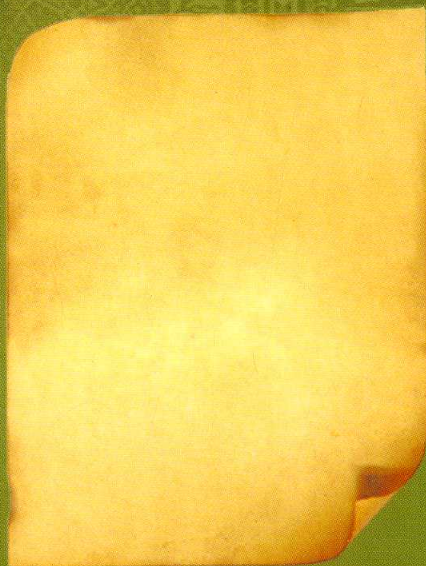
ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

بیاد مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ









اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری

جلد ۲۳ ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۵ء / ذیقعد، ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ شمارہ ۲۱۸، ۲۱۹

قیمت فی شمارہ: -/30 روپے سالانہ چندہ -/300 روپے

مرکزی مجلس رضا

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور 0333-4701081

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتا: **مسلم کتابوی**، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور
Email:muslimkitabevi@gmail.com, 042-37225605, 0321-4477511

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری

جلد ۲۳ ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۵ء / ذیقعد، ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ شمارہ ۲۱۸، ۲۱۹

قیمت فی شمارہ: -/30 روپے سالانہ چندہ -/300 روپے

مرکزی مجلس رضا

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور 0333-4701081

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتا: **مسلم کتابوی**، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور
Email:muslimkitabevi@gmail.com, 042-37225605, 0321-4477511

اعلیٰ حضرت علماء کرام کے جھرمٹ میں

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

امام اہل سنت مجددِ دین وملت عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین غیظ المنافقین قاطع النجدیین قامع المرتدین سموالمکانۃ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج قاری الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی اسلامی دنیا میں روشنی کا مینار تھے۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء اور سال وصال ۱۳۴۰ھ،۱۹۲۱ء ہے۔آپ کی پینسٹھ سالہ زندگی برصغیر پاک وہند میں انگریزی دور اقتدار میں گزری۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایشیا اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک واقوام یورپ کی نو آبادیات کا حصہ بن چکے تھے۔اس طرح عالم اسلام کا کثیر حصہ غلامی کی سیاہیوں میں گھرا ہوا تھا۔ برصغیر پاک وہند ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجاب سکھوں کے دور استبداد سے گزرا۔ جسے تاریخ کا ایک سیاہ باب مانا جاتا ہے۔اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے ایک سال بعد مسلمانان برصغیر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی، مگر ناکام رہے۔اس ناکامی کے بعد انگریز نے جس شدت کے ساتھ مسلمانوں پر مظالم توڑے، اس کی مثال قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ بایں ہمہ علماء دین نے اپنے مناصب اعزازات، جائیداد اور مال ومنال سے محرومی کو تو قبول کرلیا مگر اپنی علمی اور اعتقادی رائے کی حفاظت سے دستبردار ہونا قبول نہ کیا۔ چنانچہ حالات کی شدت کے باوجود دین سے وابستگی اور اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے کو زندہ رکھتے گئے۔وہ دور دراز شہروں، دیہات اور جنگلات میں بھی دین مصطفیٰ کی شمع کو روشن رکھے رہے۔خصوصاً اعلیٰ حضرت کا علمی خانوادہ بریلی جیسے حریت پسند شہر میں قیام پذیر رہا اور علم دین کی ضیاؤں کو پھیلاتا رہا۔

امام اہل سنت کی چشم شعور وا ہوئی۔تو بریلی کا مکتب علم وفکر برصغیر کے تشنگان علوم اسلامیہ

کی چشمہ فیض بن کر سیراب کر رہا تھا۔آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ) تایا حافظ کاظم علی خان اور دادا شاہ رضا علی خان (م ۱۲۸۶ھ) رحمتہ اللہ علیہم بریلی کی علمی اساس تھے۔حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادے مولانا حسن رضا خان (م-۱۳۲۷ھ) مولانا محمد رضا خان اور ہمارے مجدد اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) رحمتہ اللہ علیہ اس خانوادۂ علمیہ کے روشن چراغ تھے۔اس خاندان نے برصغیر کے اہل علم کو نہ صرف متاثر کیا تھا۔ بلکہ اپنی علمی اور نظریاتی درخشاں روشنیوں کی مقناطیسی قوت سے جذب کرنا شروع کردیا تھا۔اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کی وادی میں قدم رکھا تو ہر طرف سے مردم شناس نگاہیں اٹھیں۔سب سے اوّل مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولانا نقی علی خان (والد مکرم) اور مولانا عبدالعلی رامپوری نے ریاست میں آپ کی تربیت میں بڑی محنت سے کام لیا۔حضرت سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۲ھ) نے اپنے جن تین خلفاء کو ارشاد وہدایت کا فریضہ سپرد کرتے ہوئے فخر کیا تھا۔ان میں حضرت مولانا ابو الحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ) حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ھ) اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہم کے اسماء گرامی خصوصی طور پر ایوان قادریت پر نصب ہیں۔پاک وہند سے آگے بڑھ کر حرمین الشریفین (ارض حجاز مقدس) میں شیخ الاسلام احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ (م ۱۲۹۹ھ ۱۸۸۱ء) شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام اور الشیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی احنافِ مکہ مکرمہ (م ۱۳۰۱ھ) جیسے شہرہ آفاق مشائخ نے آپ کی روحانی تربیت میں نمایاں حصہ لیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے علمی کمالات کی شہرت کے آفتاب کی شعاعیں ابھی عالم اسلام کے افق پر طلوع ہی ہوئی تھیں کہ آپ دنیا کے گوشے گوشے سے اہل علم کی توجہ کا مرکز بن گئے آپ کی مشہور تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' پر داد تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مدنی (م ۱۳۳۳ھ) اور شیخ الائمہ حرم ابوالخیر بن عبداللہ مرداد (م ۱۳۳۵ھ) قدس سرہم نے تو شاندار تقاریظ لکھیں۔قیام حرمین شریفین کے دوران آپ کی ذہانت وذکاوت کے اعتراف کے طور پر شیخ الخطباء عبداللہ بن عباس صدیقی قاضی مکہ (م ۱۳۴۴ھ) شیخ سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم (م ۱۳۳۸ھ)

اور شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ وقاضی جدہ (م ۱۳۳۱ھ) رحمۃ اللہ علیہم نے اعلیٰ حضرت کے اعزاز میں دیے جانے والے ایک استقبالیہ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اہل مکہ کو آپ کے کمالاتِ علمیہ سے آگاہ کیا۔ آپ کی روحانی اور علمی قابلیت کا یہ اثر تھا کہ حرمین الشریفین کے اکثر اہل علم آپ سے بیعت ہوئے اور محدث جلیل سید عبدالحئی بن عبدالکبیر الکتانی، شیخ عباد بن حسین مفتی مالکیہ اور شیخ محمد مرزوقی امین الفتوی مکہ مکرمہ جیسے اکابر علماء نے تو آپ سے سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے تجدیدی کارناموں اور فقہ میں اہم فیصلوں کے پیشِ نظر سید حسین بن عبدالقادر طرابلسی شیخ موسیٰ علی شامی ازہری اور الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے آپ کو مجدد کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے وجودِ مسعود نے بریلی کو اہل علم وفکر کا مرکز بنا دیا تھا۔ برصغیر کے گوشہ گوشہ سے اہل علم آپ کی ملاقات کو آتے۔ خط وکتابت سے استفسارات کرتے۔ دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کرتے۔ فقہی مسائل میں آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے اور مزید وضاحت کے لیے حاضر خدمت ہوتے۔ اعلیٰ حضرت ایسے اہل علم کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کرتے۔ علماء کرام کے لیے اعزاز واکرام کے تمام لوازمات مہیا کرتے اور اہل علم کی قدر افزائی کرتے۔ آپ کے پسندیدہ اور محبوب علماء اہل سنت میں سے مفتی ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱ھ) مولانا سید محمد عمر حیدر آباد (م ۱۳۳۰) اور علامہ احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) کے اسماء گرامی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات آپ کے ممدوح بھی تھے اور مداح بھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی کے مکتبِ علمیہ میں بیٹھ کر برصغیر کے ہزاروں علماء کرام کی اعتقادی اور فقہی تربیت کی اور اپنی تحریروں سے ایک جہانِ علم کو متاثر کیا۔ آپ کے معاصرین میں سے سینکڑوں جلیل القدر علماء اہل سنت نے ہمیشہ آپ کو ہی مرجع جانا۔ اگرچہ ایسے علماء کی ایک طویل فہرست ریکارڈ پر موجود ہے۔ جنہوں نے آپ سے اکتسابِ علم کیا مگر ہم چند حضرات کے اسماء گرامی ہدیہ قارئین کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عبدالمقتدر بدایوانی، مولانا عبداللہ بدایونی، مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی، مولانا مصباح الحسن پھپھوندوی، مولانا عبدالصمد پھپھوندوی، مولانا ہدایت اللہ، مولانا سلامت اللہ، مولانا عنایت اللہ رام پوری، مولانا محمد عادل کانپوری، مولانا عبید اللہ

کانپوری، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا عبدالکافی الہ آبادی، مولانا فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا ریاست علی شاہجہاں پوری، مولانا ظہور الحسن رام پوری، مولانا احمد حسن امروہی، مفتی کرامت اللہ دہلوی اور سید شاہ عبدالغنی بہرامی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کی شبانہ روز علمی کاوش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برصغیر میں آپ کے حلقہ تلامذہ اور حوزہ تربیت میں ایسے ایسے علماء کرام پیدا ہوئے جنہوں نے مختلف فنون میں ایک نام پیدا کیا۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف ''امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات'' کے دیباچہ میں ایسے حضرات علام کا ایک جائزہ پیش کیا۔ جو امام اہل سنت کے دستر خوانِ علم سے مختلف فنون میں بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ علماء متبحرین میں سے مولانا وصی احمد سورتی (م ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۲ء) مولانا حامد رضا بریلوی (۱۳۶۲ھ، ۱۹۴۳ء) علامہ شاہ ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور (م ۱۳۹۸ھ) مفکرین اور مدبرین میں سے پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بھاگلپوری (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (م ۱۳۸۳ھ) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآباد (م ۱۳۶۷ھ) فقہا میں سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ مولف بہار شریعت) فقیہ العصر مولانا سراج احمد کانپوری (م ۱۳۴۲ھ) فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری (م ۱۹۵۴ء) مبلغین میں سے مولانا احمد مختار میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ، ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۴ء) مولانا فتح علی قادری (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری (م ۱۳۸۲ء) مولانا عمر الدین ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ، ۱۹۵۹ء) مولانا محمد شفیع بیسلپوری (م ۱۳۳۸ھ) مدرسین میں سے مولانا رحم الٰہی منگوری (م ۱۳۶۲ھ) مولانا رحیم بخش آروی (م ۱۳۴۴) مولانا غلام جان ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ مدفون میانی صاحب لاہور) سیاست دانوں میں سے مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری (م ۱۳۸۰ھ) مولانا یار محمد بندیالوی (م ۱۳۶۷ھ) مفتی اعجاز ولی خان رضوی (۱۳۹۳ھ) خطباء ومناظرین میں سے مولانا سید ہدایت رسول رام پوری (م ۱۹۱۵ھ) مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۱۳۸۰ھ) مولانا محبوب علی لکھنوی (۱۳۸۵ھ) شعراء وادباء میں سے مولانا حسن رضا خاں (۱۳۲۶ھ) مولانا سید ایوب علی رضوی (۱۳۹۰) مولانا امام الدین

قادری (۱۳۸۱) ارباب طب وحکمت میں سے مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی اور مولانا عزیز غوث بریلوی اصحاب نشرواشاعت میں سے مولانا محمد حبیب اللہ قادری (م ۱۳۲۷ھ) مولانا ابراہیم رضا جیلانی (م ۱۳۵۸ھ) مولانا حسنین رضا خان بریلوی (۱۴۵۱ھ ارباب ثروت میں سے قاضی عبدالوحید عظیم آبادی (۱۳۶۶ھ) حاجی لعل خان مدراسی (م ۱۹۳۱ھ) سید محمد حسین میرٹھی اور ارباب تصوف میں سے مولانا شیخ الاسلام ضیاء الدین قادری مدنی اور شہزادہ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری (ان دونوں بزرگوں کے ہزارہا مریدین ان کی روحانی تربیت کا زندہ ثبوت ہیں) کے اسماء گرامی گلستان سنیت کی رونق ہیں۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدُھُمْ وَبَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعُھُمْ

جہاں ان معاصر علماء اہل سنت نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ وہاں برصغیر کے لاکھوں پڑھے لکھے مسلمانوں نے خط وکتابت کے ذریعہ استفسارات کا ایک سلسلہ جاری رکھا۔ بایں کثرت کار اور مصروفیات آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی عامی کے سوال کو بھی نظرانداز کرتے ہوئے اس کے جواب میں بلاجواز تعویق اختیار کی ہو۔ ہر زبان ہر انداز اور ہر موضوع پر لوگوں نے علمی سوالات کیے اور ان کے وافی اور کافی جوابات پائے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے ان حضرات کو مخاطب کرنے میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی۔ جو کسی ایک مسئلہ میں بھٹکے ہوں۔ یا اعتقادی ناہمواری کا شکار ہوئے ہوں۔ معاصر شخصیتوں میں سے مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) عقائد کی شاہراہ پر جونہی لغزش پا کا شکار ہوئے اعلیٰ حضرت کے قلم انتباہ نے انہیں سہارا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک ترک موالات تحریک خلافت اور ہندو سے مواخات کے چرچے ہوئے۔ سیاسی تحریکوں کا ایک طوفان اٹھا بڑے بڑے علماء بھی ان طوفانوں کی زد میں آئے۔ آپ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ایسے تمام حضرات کی صحیح رہنمائی کی۔ خط لکھے، رجسٹریاں کیں، ہدایت نامے جاری کیے۔ رسالے لکھے اشتہار بھیجے، خلفاء وتلامذہ کے وفود بھیجے اور کوشش کی کہ اہل علم کے یہ ستون وقت کی دیمک سے بچ جائیں۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالماجد بدایونی (م ۱۳۵۰ھ، ۱۹۳۱ء) مولانا محمد علی جوہر (م ۱۹۳۱ء) اس وقت کے سیاسی علماء اہل سنت میں سربرآوردہ مانے جاتے تھے۔ آپ کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ یہ حضرات سلامتی فطرت اور اخلاص قلب کی بناء پر اپنی لغزشوں سے تائب ہوئے اور خطاؤں سے رجوع کر کے توبہ کرتے گئے۔

امام احمد رضا کی طبی بصیرت

حکیم محمد سعید دہلوی

مولانا کی شخصیت بہت جامع تھی وہ اپنے تفقہ اور علم واطلاع کی وسعت کے اعتبار سے علمائے متاخرین میں اپنا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے انہوں نے اکثر علمی اور دینی موضوعات پر اہم اور قابل قدر کتابیں لکھی ہیں لیکن جو تحریریں ان کی شخصیت کی مکمل ترجمانی اور آئینہ داری کرتی ہیں وہ ان کے فتاویٰ ہیں کہ جو متعدد مبسوط اور ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب ومعیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح وتعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لیے قدیم فقہا جملہ علوم ووسائل سے کام لیتے تھے، اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے آج بھی افتاء اور احکام کی تشریح کرنے والوں کا یہ فرض ہے کہ اسی اصول تحقیق کو اپنے پیش نظر رکھیں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کتاب وسنت نے جس نظام حیات کی طرف ہماری رہبری کی ہے وہ مکمل اور دائمی ہے، اس کے دوام اور اس کی ہمہ گیری کا تقاضا یہ ہے کہ فقہا کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دینے سے پہلے ایک لفظ کی تحقیق اس طرح کرلیں اس کہ مدلول واضح ہو جائے اور کسی عہد میں تشنگی کا احساس نہ ہو ایسی تحقیق کے لیے ہمیں طبی اور سائنسی علوم کا بھی مطالعہ کرنا ہوگا ورنہ احکام کی وسعت اور دین کی حکمت کا اندازہ دشوار ہوگا قرآن پاک میں تیمم کے لیے ''سعید'' کا لفظ وارد ہوا ہے جسے مٹی کہتے ہیں مگر مٹی اور جنس ارض کا اطلاق جن جن چیزوں پر ہوتا ہے ان کا تعلق علمائے طبعیات وطب کو نظرانداز کر کے نہیں کیا جاسکتا۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے،

سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس لیے ان کے فتاوئی میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں ان کے اس تحقیقی اسلوب ومعیار دین وطب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔

مولانا نے مٹی اور جنس ارض نیز احجار کی تحقیق کے سلسلے میں صرف متقدمین کی تصریحات پر تکیہ نہیں کیا بلکہ اروئے دیانت علمی احجار ومعدنیات اور طب وکیمیا کے مستند علماء کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا جس سے تحقیق کا صحیح اندازہ ہو سکتا تھا، اس لیے کہ کسی شے کی حقیقت وماہیت ہمیں اس کے ماہرین ہی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک چیز عرف عام میں یا اپنی ظاہری صورت میں پتھر معلوم ہوتی ہو، لیکن اس کی یہ خصوصیت اس کے ماہرین ہی بتا سکتے ہیں اور جب تک ان کو حوالہ نہ دیا جائے اس سے تیمم کے جواز یا عدم جواز کا فتوئی ہمیشہ محل نظر ہو گا۔ فاضل بریلوی ماہرین فن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مثلاً کہربا جو بظاہر پتھر معلوم ہوتا ہے، مولانا نے اس کی ماہیت ابن سینا اور القافقی جیسے محققین طب سے معلوم کی۔ اس کے بعد فتوئی دیا کہ یہ پتھر نہیں ہے اس سے تیمم درست نہیں سنگ بصر کے سلسلے میں بھی انہوں نے اسی طرز تحقیق سے کام لیا اور رازی کے حوالے سے یہ بتایا کہ یہ پتھر نہیں سیسے کا دھواں ہے، اس سے تیمم نہیں کیا جا سکتا اسی طرح ابرک چکونہ معدنیات سے ہے اس لیے اس کی ماہیت بھی متعدد اکابر علمائے طب سے معلوم کی اور ان میں ویسقوایدس، داؤد، انطاکی، رازی، ابن البیطار اور صاحب مخزن جیسے محققین طب ہیں ان کی کتابوں کے مکمل حوالے ہیں اور ابرک کی حقیقت وماہیت کے ساتھ ان کی اقسام پر مکمل بحث ہے اس طرح ان کے فتاوئی میں وسعت اور گہرائی کے ساتھ دینی ودنیوی علوم کا حسن امتزاج ملتا ہے۔

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک محقق کے لیے یہ بات کہاں تک درست ہو سکتی ہے کہ وہ علمائے طب کی تصریحات پر آنکھ بند کر کے انحصار کر لے تو میں یہ عرض کروں گا۔ یقیناً یہ

اصول تحقیق کے خلاف ہے لیکن یہ بھی عرض کروں گا کہ مولانا اس نکتے سے واقف ہیں اس لیے اطبائے کرام کی تصریحات کا مطالعہ بھی وہ انتقادی نظر سے کرتے ہیں ارسطو نے زجاج کو پتھر کہا اب مولانا کا تعقب ملاحظہ کیجئے:۔

"ارسطو زجاج وبلور میں فرق نہیں کر سکا اس لیے وہ بلور کو بھی زجاج ہی کہتا رہا حالانکہ ان میں سے ایک معدنی ہے ایک مصنوعی اور ان دونوں کی ماہیت میں فرق ہے"۔

پھر ابن البیطار اور مخزن کے حوالے پیش کیے ہیں۔

ایک مثال اور ملاحظہ فرمالیجئے: فقہ کی تمام کتابوں میں جن پتھروں سے تیمم کو جائز کہا گیا ہے ان میں ایک نام البلخش بھی ہے مولانا لکھتے ہیں:

"کتب لغت حتیٰ کہ قاموس محیط میں اس لفظ کا پتا نہیں نہ تاج العروس نے اس سے استدراک کیا نہ جامع ابن بیطار نہ داؤد انطاکی، وتحفہ ومخزن میں اس کا ذکر عجب یہ کہ کتاب معرب میں بھی اس سے غفلت کی۔ مگر انوار الاسرار میں اس کا تذکرہ نظر آیا (ترجمہ) بلخش ایک پتھر ہے جو اطراف مشرق میں سونے کی کان میں ہوتا ہے اس کا رنگ یاقوت احمر کا ہوتا ہے اور یہ یاقوت سے زیادہ شفاف ہوتا ہے یہ تعریف لعل پر صادق آتی ہے مگر سونے کی کان میں پیدا ہونا ظاہراً اس کے خلاف ہے۔

مولانا کی طبی بصیرت اور ان کی وقت نظر کا اندازہ مرجاں کی تحقیق سے بھی ہوتا ہے مرجاں کی حقیقت وماہیت معلوم کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ دس مستند فقہی کتابوں میں تو اس سے تیمم کے جواز کی صراحت ملتی ہے مگر فتح اور درمختار میں اس سے تیمم کی ممانعت آئی ہے۔

مولانا نے یہ محسوس کیا کہ آخر الذکر فقہا نے مرجاں کی حقیقت وماہیت دریافت کرنے کی کوشش نہیں فرمائی اور ان مآخذ کی طرف رجوع نہیں کیا جن سے مرجاں کے بارے مستند معلومات حاصل ہو سکیں فقہا بڑی حد تک لغتوں میں الجھ گئے اور نزاع لفظی کے شکار ہو گئے اگر مرجاں کی ماہیت کے لیے کتب طبیہ کی طرف رجوع کیا جاتا تو جواز اور عدم جواز کی متنازعہ صورت حال واقع نہیں ہوتی۔ مولانا نے مرجاں سے جواز تیمم کا فتوئی دیا اور اس کی ماہیت پر

طبی کتابوں کی مدد سے مبسوط روشنی ڈالی سب سے پہلے مخزن کے حوالے سے لکھا کہ:

مرجاں ایک جسم حجری ہے جو شاخ درخت سے مشابہ ہوتا ہے پھر تحفہ کے حوالے سے لکھا کہ مرجاں بسد کو کہتے ہیں اور وہ ایک پتھر ہے جو نباتی قوت کے ساتھ دریا کی گہرائی میں پیدا ہوتا ہے۔

مولانا لکھتے ہیں کہ: علامہ ابن الجوازی مرجاں کی عالم نبات اور عالم جمادات کی درمیانی چیز تصور کرتے ہیں داؤد انطا کی کا خیال بھی یہی ہے کہ وہ نباتی اور حجری اشیاء کی درمیانی چیز ہے۔

مولانا نے اطبا کے ان اقوال میں تطبیق کی ایک اچھی صورت نکالی ہے فرماتے ہیں جس طرح کھجور کو کہنا کہ وہ عالم نبات اور عالم حیوانات میں متوسط ہے نر و مادہ ہوتی ہے اور مادہ جانب نر میل کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہے۔ تلقیح سے بار در ہوتی ہے اس بنات سے خارج اور حیوانات میں داخل نہیں کرتا اسی طرح مرجاں کو نباتات سے مشابہت کے باوجود اسے احجار سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

اس استدلال کے بعد واضح انداز میں مولانا نے لکھا ہے کہ اصحاب احجار نے اس کے حجر ہونے کی تصریح کردی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے حجت شجری کہا، شجر حجری کسی نے نہیں کہا 'مفردات ابن ابیطار میں با حوالہ' ارسطو منقول ہے: بذ و مرجاں ایک ہی پتھر ہیں، فرق یہ ہے کہ مرجاں اصل، اور بسد فرع ان تصریحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اکثر فقہائے کرام نے مرجاں کی ماہیت کا تعلق نہیں کیا اسی لیے اختلاف ہوا، مولانا نے اب حجت قاطعہ پیش کردی ہے، اور طبی کتابوں کی مدد سے اس کی ماہیت کا تعین کر دیا ہے، جسے ہم تحقیق کی جدید تکنیک کہہ سکتے ہیں۔

فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی جزیئے یا مسئلے کا جائزہ مولانا نے سرسری طور پر نہیں لیا اور تقلیدی طور پر اس کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ اس کی پوری پوری تحقیق کی مثلاً:

فقہا مقبرے کی مٹی سے تیمم کو جائز سمجھتے ہیں بہ شرطیکہ اس میں کسی قسم کی نجاست نہ ہو مولانا کا ذہن فوراً گل مختوم کی طرف گیا، جو اصلاً تو مٹی ہے لیکن اس کے بارے میں عجیب

وغریب روایات مشہور ہیں، اگر ان کا یقین کرلیا جائے تو پھر اس مٹی سے یا اس کے ڈھلیوں سے تیمم جائز نہ ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر گل مختوم ہے کیا؟ اور اس کے بارے میں کون سی عجیب وغریب روایات مشہور ہیں۔

چونکہ اطباء گل مختوم کو دوا استعمال کراتے ہیں اور طبی کتابوں میں اس کی متعدد دوائی خاصیتوں کا بھی ذکر ملتا ہے اس لیے مولانا نے طب کی امہات کتب سے اس اس کی ماہیت معلوم کی تا کہ اس مٹی سے تیمم کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں کوئی فقہی رائے دی جاسکے گل مختوم کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں کہ اگرچہ حوالہ مذکور نہیں ہے مگر خزانۃ الادویہ میں ہے:

"بحر مغرب میں ایک جزیرہ ملیون ہے، وہاں ایک معبد ہے جس کی مجاور عورت ہوتی ہے بیرون شہر ایک ٹیلہ ہے جس کی مٹی متبرک خیال کی جاتی ہے وہ عورت تعظیم کے ساتھ اس کی مٹی لاتی اور گوندھ کر اس کی ٹکیاں بنا کر ان پر مہر لگاتی ویقوریدوس وغیرہ نے زعم کیا کہ اس میں بکری کا خون ملتا ہے جالینوس کہتا ہے کہ میں انطا کیہ سے دو ہزار میل سفر کرکے اس جزیرے میں پہنچا میرے سامنے اس عورت نے وہاں سے ایک گاڑھی مٹی لی اور ٹکیاں بنائیں اور خون کا کچھ لگاؤ نہ تھا میں نہ وہاں کے مودب لوگوں اور علماء کے صحبت یافتوں سے پوچھا کہ پہلے کسی زمانے میں اس میں خون ملایا جاتا تھا؟ جس نے یہ سوال سنا مجھ پر ہنسنے لگا"۔

مولانا پر تو اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا کہ اس میں خون نہیں ملایا جاتا اور یہ خالصتاً مٹی ہے لہٰذا تیمم کے عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن مطالعہ کے دوران انہیں خود اطباء کے اقوال میں غلط خلط آرا کا ایک دلچسپ تماشا نظر آیا جس کی تنقیح انہوں نے ضروری سمجھی بلاشبہ یہ غلطی داؤد انطا کی سے سرزد ہوئی مگر میرا خیال یہ ہے کہ انطا کی نے مظنۂ عامہ بیان کیا ہے یا پھر تحقیق سے پہلے کی یہ رائے ہے۔ بہر حال مولانا لکھتے ہیں کہ:

"حیرت ہے کہ انطا کی نے اپنی کتاب تذکرہ میں گل مختوم کے اندر خون ملانے کے وہم کو جالینوس کی طرف منسوب کردیا اور تنکابنی نے اپنی کتاب تحفہ میں دلسیقوریدوس کی طرف اس کا انتساب کیا جب کہ جالینوس ہی وہ شخص ہے جس نے ذاتی طور پر گل مختوم کی حقیقت معلوم کی اور اس کا عینی مشاہدہ کیا"۔

قرائن یہ کہتے ہیں کہ دیسقوریدوس نے گل مختوم کے بارے میں عدم معتقدات کی طرف

اشارہ کیا ہوگا اور جالینوس نے اسی کا خیال نقل کر دیا ہوگا اس لیے انطا کی نے اسی کی جانب منسوب کر دیا اگر جالینوس کو اس کا یقین ہوتا تو وہ جزیرۂ مغرب کا سفر کرنے کی صعوبت کیوں اٹھاتا۔

یہ باتیں تو جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی تھیں جہاں تک مولانا کا تعلق ہے ان کے مطالعہ کی وسعت اور ان کی طبی بصیرت مسلم ہے تحقیق میں سنجیدگی اور ذہانت کی جو مثال انہوں نے قائم کی ہے وہ محققین کے لیے سبق آموز ہے اور سب سے بڑا نقطہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ فقہ اور طب کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے اور کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوسکتا جب تک اسے طبی علوم پر دسترس نہ ہو مولانا کے اکثر فتاویٰ سے طبی بصیرت کا اظہار ہوتا ہے۔

علم الاحجار والمعاون طب کا ایک اہم شعبہ ہے معدنیات کی تکوینی حقیقت کا علم وقت نظر کا متقاضی ہے وہ صرف احجار کے اسما تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے ایک بحر بیکراں ہے مولانا کی طبی بصیرت کا ایک اہم ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے عام فقہا کی طرح صرف معدنی احجاز کا ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی اس اہم تحقیق سے بیان کا آغاز کیا کہ ”جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارے کے امتزاج سے ہے کبریت تو ہے کہ گرم ہے اور بارہ مادہ“۔ کیمسٹری کے علماء شاید انکار نہ کرسکیں کہ جدید علم الکیمیا کا نظریہ بھی یہی ہے اور معدنیات کی تخلیق فطری کیمیائی عمل ہی سے ہوتی ہے۔

تیمّم ہی کے ضمن میں رماد یعنی راکھ کی بحث بھی آ گئی ہے جس میں مولانا نے جامع الرموز وغیرہ کے حوالے سے کشتہ سازی کے بھی سارے نکات بیان کر دیئے ہیں۔

مولانا کی اس طبی بصیرت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ فقہا نے جو قابل تیمم اشیاء بتائی تھیں ان پر انہوں نے ۱۰۷ چیزوں کا اضافہ کیا۔

آج فقہا اور سائنسی علوم سے بیگانگی کی وجہ سے بیشتر تمدنی مسائل میں عصری علوم کے حوالے سے احکام شریعت کی تشریح وتعبیر کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونے کی اہلیت سے محروم ہیں اور یہ ایک زبردست المیہ ہے غالباً اسلاف کی زندگیاں ان کے سامنے نہیں ہیں۔

درسی کتب اور خدماتِ علمائے اہلِ سنت

تحریر: محمد شریف رضا عطاری

حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں، قرآن، حدیث، یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کے مقابل ہے۔ (جیسا کہ اجماع وقیاس) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب لغو ہے۔

(السنن للدارقطنی، ۴/۸۶)

ارشاداتِ رضوی کی روشنی میں مذکورہ حدیث کی تشریح:

(نوٹ: قوسین ( ) میں موجود حاشیہ عبارت کی تسہیل کے لیے ہے، جو کہ ہماری طرف سے اضافہ ہے،)

امامِ عشق ومحبت عاشق ماہ رسالت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف لطیف فتاویٰ رضویہ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

”اس حدیث کا صریح مفاد (یعنی اس حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے فائدے یہ ہیں کہ) ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت (علم کے فرض ہونے میں) تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم (سیکھنا) فرض عین ہوا اور فرض عین نہیں (یعنی فرض کفایہ، واجب وغیرہ ہو) مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل (خود) اپنے دین میں محتاج ہو، ان کا اعم واشمل اعلیٰ واکمل واہم واجل علم (یعنی ان کا عام وافضل ہونا) علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی۔ والعیاذ باللہ۔

تعالیٰ۔ سب سے پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم (سیکھنا) ہے اور اس کی طرف احتیاج (یعنی اس کی حاجت میں) سب (لوگ) یکساں (ہیں) پھر (اس کے بعد) علم مسائل نماز، یعنی اس کے فرائض وشرائط مفسدات (یعنی نماز کے فرائض وشرائط، اور اس کو توڑنے والی چیزیں) جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے۔ پھر رمضان آئے تو مسائل صوم (روزے کے مسائل) مالک نصاب نامی ہو تو (یعنی جس کے مال کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا سات تولہ سونے تک پہنچ جائے) تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، (اگر) نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے (سیکھے)، تاجر ہو تو مسائل بیع شرعی (خرید و فروخت کے مسائل)، مزارع پر مسائل زراعت (کھیتی باڑی کے مسائل)، موجر (ملازم) ومستاجر (اس کی اجرت دینے والے) پر مسائل اجارہ (سیکھنا) وعلیٰ ھٰذہ القیاس (اسی طرح دوسرے معاملات کو اس پر قیاس کرلیا جائے) (نیز) ہر شخص پر اس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر (ہر انسان) ان کا محتاج ہے اور مسائل قلب یعنی فرائض قلبیہ (یعنی وہ امور جن کا تعلق قلب سے ہو جیسا کہ آگے اس کی وضاحت خود ہی فرما رہے ہیں) مثل (مثلاً) تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اور ان کے طریق تحصیل (ان کا علم جاننا) اور محرمات باطنی (جن کی حرمت کا تعلق انسان کے باطن سے ہو)۔ تکبر وریا (دکھاوا کرنا) اور عُجب (خود پسندی)، وحسد (کسی پر انعام واکرام دیکھ کر اس کے زوال کی امید کرنا) وغیرہا (اور اسی طرح کے دیگر امور) اور ان کے معالجات (ان سے بچنے کے طریقے) کہ ان کا تعلم (سیکھنا) بھی ہر مسلمان پر فرائض سے ہے، جس طرح بے نماز فاسق وفاجر ومرتکب کبائر (یعنی گناہوں کا ارتکاب کرنے والا) یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ ''نسئل اللہ العفو والعافیة'' ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ تو صرف یہ ہی علوم حدیث میں مراد ہیں، وبس غرض (البتہ) اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۱/ ۱۷)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کی روشنی میں علوم دینیہ کی اہمیت روز روشن کی طرح صاف شفاف ہو جاتی ہے اور ان علوم کے حاصل کرنے کے لیے موجودہ دور میں درس نظامی ایک بہترین معاون ساز ذریعہ ہے، جس کے ذریعے علوم فقہ تفسیر، اصول فقہ، حدیث

اصول حدیث، اصول تفسیر، علوم عربیہ، فارسی ادب میں مہارت حاصل کرا کے دینی علوم کا پیکر بنایا جاتا ہے۔

درس نظامی کی تاریخ:

درس نظامی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: یہ ایک بادشاہ نظام الملک طرطوسی کا ایجاد کردہ نظام تعلیم ہے اور اسی کی مناسبت اسے درس نظامی کہا جاتا ہے۔

اور یہ نظام تعلیم نیشاپور، بغداد، خراسان، عراق اور شام سے سفر کرتا ہوا آج ہمارے ہندوستان میں بھی زور وشور سے رواں دواں ہے، آج بھی ہزاروں تشنگان علم اپنی پیاسوں کو بجھاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نیشاپور یونیورسٹی کے صرف لیکچر ہال میں ہی پانچ سو دواتیں تھیں، یعنی اس میں اتنے طلبہ سما سکتے تھے۔ اس عظیم درس گاہ کی تقلید میں اسلامی دنیا میں اور کئی اچھی درس گاہیں قائم ہوئیں۔

اس کے علاوہ نظام الملک طرطوسی کا جو سب سے بڑا کارنامہ تھا وہ یہ کہ اُس نے 1065-67ء بغداد میں نظامیہ یونیورسٹی قائم کی قرونِ وسطیٰ میں اسے مسلمانوں کے علمی عروج کے نشان کی حیثیت حاصل تھی دنیا بھر کے ملکوں کے طلباء اس معیاری درسگاہ میں علم حاصل کرنے آتے تھے۔ کسی بھی عالم کے لیے یہ بات باعث فخر تھی کہ وہ اس یونیورسٹی میں استاد مقرر ہو گیا۔ لوگ اس عہدے کی تمنا کرتے تھے۔ بادشاہ اس درسگاہ کی سرپرستی کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا اور اس سلسلے میں اپنے پیش رووں پر بازی لے جانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

ایسی درس گاہوں میں اساتذہ کو بڑی معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں تا کہ وہ اطمینان سے اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ طلبا سے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی بلکہ ان میں سے اکثر کو کتابیں، رہائش اور کھانا پینا بھی مفت فراہم کیا جاتا تھا۔ اس طرح غریب طلباء بھی بہترین تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔

نظام الملک کے زمانے میں حکومت ہر سال تعلیم پر زر کثیر صرف کرتی تھی۔ کُل آمدنی کا دسواں حصہ اس نیک کام کے لیے وقف تھا۔ تمام درس گاہوں کی تعمیر پر تقریباً تیس لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ صرف بغداد کی نظامیہ یونیورسٹی پر دس لاکھ سے زیادہ لاگت آئی تھی۔ اسے ہر

سال ایک لاکھ روپے سے زیادہ لاگت آتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے میں تعلیم پر بہت زیادہ روپیہ صرف کیا جاتا تھا۔ اس وقت روپے کی قیمت اب کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھی۔ بغداد کی نظامیہ یونیورسٹی بنیادی طور پر ایک مذہبی درس گاہ تھی لیکن وہاں فلسفہ، آرٹس اور سائنس بھی پورے ذوق وشوق سے پڑھائے جاتے تھے۔

یہ درس گاہ تقریباً دوسو سال تک قائم رہی اور اس عرصے میں اس میں شاید ہی کوئی استاد ایسا مقرر کیا گیا ہو جسے اپنے مضمون پر عبور حاصل نہ ہو۔ اس یونیورسٹی میں ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا، جس کے نگران ابوزکریا تبریزی تھے۔ 1258ء میں بغداد میں فرقۂ تارتاریہ کے جو دینی علوم کا نقصان ہوا تھا اس میں یہ یونیورسٹی متاثر تو ہوئی لیکن بچ گئی۔ 1393ء میں امیر تیمور نے بغداد فتح کیا اور اس کے دو سال بعد نظامیہ یونیورسٹی کو مستنصریہ یونیورسٹی میں جذب کردیا گیا۔ (ملخص: ماہنامہ تحفظ مشہور محدث حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

اسی ضمن میں ہم نے درسی کتب پر علمائے اہل سنت کی خدمات کو اجاگر کیا ہے، چونکہ ہماری فہرست اکثر شروحات وحواشی سے متعلق ہے، اس ضمن میں ہم شروحات وحواشی کی اہمیت کے متعلق چند سطریں رقم کررہے ہیں۔

حواشی وشروحات لکھنے کا اصل مقصود:

کسی بھی کتاب پر حواشی لکھنے کا مقصود اصل عبارت (متن کو) حل کرنا ہوتا ہے لیکن فی زمانہ دیکھا گیا ہے کہ کچھ مختلف مکاتب فکر کے لوگ جلد بازی اور نام ونمود کی فکر میں اندھا دھند حواشی لکھنے میں بعض اوقات اپنی کم علمی وبے بضاعتی کا ثبوت آپ دے دیتے ہیں۔ جن سے حواشی لکھنے کا اصل مقصود فوت ہوجاتا ہے۔ مثلاً حواشی میں ضعیف کتابوں کے ضعیف اقوال کو ماخذ بنانا، حواشی میں جگہ جگہ غلطیاں کرنا۔ اسی طرح شروحات کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں۔ اس وقت دیوبندی مکتبوں میں اُردو شروحات کی بھرمار ہے۔ جن میں ایک کتاب کی دس دس شروحات وہ بھی اغلاط سے بھرپور ہوتی ہیں۔

ان تلبیسات کے پیچھے جو اہم وجہ مضمر ہے۔ وہ یہ کہ ان کے اکثر محشی وشارحین حضرات علوم عربیہ یعنی اس کے قواعد صرف ونحو سے نابلد ہوتے ہیں، یہاں تک کہ عربی صحیح طریقے سے پڑھنا بھی نہیں آتی کہ ان کو کتب خانہ میں لاکر کتب حواشی وشروح لکھنے کے کام پر اجارۃً بیٹھا دیا

جاتا ہے اور وہ حضرات عربی شروحات سے جگہ جگہ ماخذ نکال کر حاشیہ تیار کرلیتے ہیں۔ جس کی مثال اکثر ہمارے یہاں یوں دیکھی گئی ہے۔

مثلاً کسی کو کنز الدقائق کے حاشیہ کے کام پر مقرر کردیا گیا۔ تو اب وہ اس کے تعلیقات کے لیے اس کی شروحات کو ماخذ بنائے گا۔ جن میں ''البحر الرائق، نہر الفائق، منحۃ الخالق، کشف الحقائق، تبیین الحقائق، رمز الحقائق'' کافی نمایاں ہیں، اور ان میں اکثر شروحات ضعیف بھی ہیں، لہٰذا ان کے اکثر حواشی اور شروحات کے جائزہ کے بعد جگہ جگہ ضعیف اقوال اور بے سود تعلیقات طلباء کو حواشی سے اصل ''متن'' کے حل کرنے میں مشکلات پیدا کردیتے ہیں۔ یہ باتیں ہم نے اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ خود انہی کتب میں ان اغلاط کو پایا۔

اس کے علاوہ نحوی کتب میں بھی ان کی ترکیبات کی غلطیاں کافی مشہور ہیں۔ جس کا ذکر صدر العلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی نے اپنی کتاب ''البشیر الکامل'' میں اور علامہ مختار رضوی صاحب نے ''مقدمہ الغاز النحویہ'' میں کیا ہے...... دوسری طرف علمائے اہل سنت نے اس کمی کو پورا کرنے کی قابل ستائش سعی فرمائی ہے اور مزید بھی اس سلسلے میں کام جاری ہے۔ چنانچہ ان خدمات پر بطور نکات روشنی ڈالتا جاؤں گا۔ جن میں بالترتیب، چند اہم موضوعات:۔

(تفسیر)، (حدیث)، (فقہ)، (اصول فقہ)، (نحو)، (صرف)، (منطق ومناظرہ و بلاغت) پر علمائے اہل سنت کی خدمات کا ایک مختصر جائزہ پیش کروں گا۔

نوٹ:۔ یہ چند ابواب کا تعارف پیش کیا جارہا ہے، ورنہ درس نظامی میں کافی عناوین ہیں، جن میں اکثر کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ترک کردیا ہے کہ یہ ایک اجمالی تعارف ہے۔

(نوٹ: اس فہرست میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب دونوں جمع کردی گئی ہیں۔)

تفاسیر میں علمائے اہل سنت کی خدمات:۔

دینی علوم میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک کے مفاہیم ومعنی صرف ترجمہ قرآن سے ہی حاصل نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات اس کے لیے تفسیر کی بھی حاجت پیش آجاتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر درس نظامی میں تفسیر کو ملحق کردیا گیا۔ لہٰذا ذیل میں علمائے اہل سنت کی تفسیری خدمات کو سپرد قلم کررہا ہوں جو کہ طلباء وعلما کے لیے یکساں مفید ہے۔

(عربی حواشی)

جمالین حاشیہ جلالین — از: مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل مردان علیہ الرحمہ

زلالین حاشیہ جلالین — از مولانا ریاست علی خان

کمالین حاشیہ جلالین — از: مولانا سلام اللہ محدث رام پوری

حاشیہ جلالین — از: علامہ وصی احمد سورتی

حاشیہ جلالین — از: مفتی محمد فاروق عطاری علیہ الرحمہ

حاشیہ بیضاوی — از: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

حاشیہ بیضاوی — از: مولانا عبدالحکیم لکھنوی

حاشیہ تفسیر بیضاوی — از: مولانا فیض الحسن سہارنپوری

حاشیہ بیضاوی — از: مولانا قاضی عبدالسبحان ہزاروی

(اُردو شرح)

ہلالین شرح جلالین — از: مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

انوار البیصاوی — از: مترجم حافظ محمد خان نوری

شرح تفسیر بیضاوی ربع اوّل پارہ — از: حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی

حدیث میں علمائے اہل سنت کی خدمات:

تفسیر کے بعد احادیث کی اہمیت موثر ہے جس پر کام کی کافی ضرورت محسوس کی جارہی تھی الحمدللہ عزوجل علمائے اہل سنت نے اس کمی کو بھی بھرپور پورا کیا اور کافی احادیث کتب کو تعلیقات وحواشی اور تراجم سے مرصع ومزین کیا جو کہ طلباء وعلماء کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔

(عربی حواشی)

(کتب حدیث پر تعلیقات رضا)

حاشیہ بخاری

حاشیہ عمدۃ القاری

حاشیہ مسند امام اعظم

حاشیہ اشعۃ اللمعات

حاشیہ ابن ماجہ

حاشیہ ارشاد الساری

حاشیہ ترمذی

حاشیہ سنن نسائی

حاشیہ طحاوی

حاشیہ فتح الباری

حاشیہ مرقاۃ

حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل

(دیگر علماء کے حواشی)

نعیم الباری حاشیہ بخاری شریف: مفتی احمد یار خان نعیمی

تعلیقات علی البخاری — :مولانا مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی

حواشی بخاری — :مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی

حواشی مسلم — :مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی

حاشیہ ترمذی — :مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی

حاشیہ ترمذی — :علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

تعلیقات علی المشکوۃ — :علامہ فیض احمد اویسی صاحب

حاشیہ مشکوۃ شریف — :مولانا وصی احمد سورتی

حاشیہ مشکوۃ شریف — :مولانا قاضی عبدالسبحان ہزاروی

حاشیہ مشکوۃ المصابیح — :مولانا فیض الحسن سہارنپوری

حاشیہ شرح المعانی الآثار: صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی (جلد اوّل کا نصف اوّل)

التعلیقات علی شرح معانی الآثار: — مولانا وصی احمد سورتی

التعلیق المجد علی مؤطا امام محمد: — ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنوی

(شروحات وتراجم)

نزہۃ القاری شرح بخاری — مفتی محمد شریف الحق امجدی

فیوض الباری شرح صحیح البخاری	علامہ محمود احمد رضوی
تفہیم البخاری	:علامہ غلام رسول رضوی
منہاج البخاری جلد اوّل:	مولانا معراج
البشیر القاری	:صدر العلما غلام جیلانی میرٹھی
منح الباری شرح بخاری	:مولانا حافظ دراز پشاوری
فیض الجاری شرح صحیح البخاری:	علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب
شرح بخاری (فارسی)	:مولانا محمد سلام اللہ رامپوری
شرح صحیح بخاری	:مولانا سید حامد جلالی
شرح صحیح بخاری	:علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب (زیر تکمیل)
شرح صحیح المسلم	:علامہ غلام رسول سعیدی
شرح صحیح مسلم شریف	:مولانا معراج الاسلام
شرح صحیح مسلم	:علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب
شرح ترمذی	:علامہ محمد فیض احمد اویسی
شرح ترمذی	:علامہ قاضی ایوب بھیرہ شریف
توضیحاتِ عتیقی شرح ترمذی:	حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی
شرح ترمذی	:مولانا احمد حسن کانپوری
بخاری شریف ترجمہ	:علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری
ترمذی شریف ترجمہ	:علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری
مشکوۃ شریف ترجمہ	:علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری
طحاوی شریف ترجمہ	:علامہ صدیق ہزاروی

فقہ اور اصول فقہ میں علمائے اہل سنت کی خدمات:

فقہ اور درس نظامی کا تعلق ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ فقہ میں عموماً پڑھائی جانے والی کتب میں ”نور الایضاح، قدوری، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ہدایہ وغیرہ نمایاں ہیں۔ اسی طرح فقہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اصول فقہ میں مہارت ہونا ضروری ہے، اصول فقہ میں، اصول

الشاشی، نور الانوار اور حسامی، مسلم الثبوت وغیرہ درسی کتب کے حوالے سے نمایاں ہیں۔

(عربی حواشی کتب فقہ و اصول فقہ)

بذریعۃ النجاح حاشیہ نور الایضاح	:علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی
المظہر النوری حاشیہ المختصر القدوری:	علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی
حاشیہ کنز الدقائق	:علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی
حاشیہ ہدایہ	:علامہ عبد الرزاق بھترالوی حطاروی

(نوٹ: یہ حواشی مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی سے طبع ہو چکے ہیں)۔

قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار:	مولانا عبد الحلیم محلی
التعلیق النامی علی الحسامی:	مولانا عبد الحق حقانی
حاشیہ مختصر القدوری	:مولانا محمد برکت اللہ فرنگی
التعلیق الضروری حاشیہ مختصر القدوری:	علامہ ظفر الدین بہاری
حاشیہ ہدایہ اخرین	:اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ
حاشیہ ہدایہ اولین	:مولانا عبد الحی فرنگی محلی
حاشیہ ہدایہ (السقایہ):	مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی
حاشیہ ہدایہ	:مولانا محمد حسن سنبھلی
حاشیہ ہدایہ	:مولانا قاضی عبد السبحان ہزاروی
حاشیہ ہدایہ	:مولانا عبد اللہ بلگرامی
حاشیہ ہدایہ	:ابو مسعود سید محمود شاہ
حواشی حسامی	:مولانا اوّل خان
التعلیق العامی علی الحسامی:	مولانا عبد الحق الحقانی
حواشی نور الانوار	:مولانا اوّل خان
حاشیہ نور الانوار:	مولانا قاضی عبد السبحان ہزاروی
عمدۃ الرعایہ فی حل شرح وقایہ:	مولانا عبد الحی فرنگی محلی
حاشیہ شرح وقایہ	:مولانا عبد الحلیم انصاری (نامکمل)

حاشیہ شرح وقایہ	:مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی
التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت:	مولانا برکت اللہ فرنگی محلی
حاشیہ نورالایضاح	:مفتی محمد وسیم قادری (زیر تکمیل)

(شروحات وتراجم)

الایضاح شرح نورالایضاح:	حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطاعطاری
المنبع النوری شرح المختصر القدوری:	حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطاعطاری
نوادر الحواشی شرح اصول الشاشی:	حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطاعطاری
التسہیل الکافی شرح اصول الشاشی	:قاضی محمد ایوب
شرح اصول الشاشی	:مولانا محمد حسن سنبھلی
شرح ہدایہ	:علامہ نور بخش توکلی ایم اے
شرح ہدایہ اخیرین	:مولانا عبدالحکیم لکھنوی
ترجمہ قدوری	:مولانا حبیب الرحمان بدایونی
ترجمہ منیۃ المصلی	:مولانا حبیب الرحمان بدایونی
قدوری (سوالاً وجواباً)	:علامہ عبدالواحد مسافر صاحب (زیر تکمیل)

صرف ونحو میں علمائے اہل سنت کی خدمات:

ابتدائی کتب:

(اختصار کے پیش نظر چند کتب کا نام درج کیا جارہا ہے)

تسہیل النحو ا۔ ضیاء النحو۔ بدایۃ النحو۔ النحو الکبیر۔ تسہیل الصرف۔ ضیاء الصرف۔ ہدایۃ الصرف۔ محمود الصرف۔ بدایۃ النحو۔ تعریفات نحویہ۔ علم الصرف، نعیم التحریر۔

حواشی:

حاشیہ ہدایۃ النحو	:مفتی اقتدار احمد علوی
الوافیہ حاشیہ کافیہ	.علامہ مفتی اکمل عطاری
الوافیہ حاشیہ کافیہ	:مفتی فیض احمد اویسی صاحب
تسہیل الکافیہ	:مولانا عبدالحق خیرآبادی

التوضیح الکامل حاشیہ شرح مائۃ العامل:	مفتی فیض احمد اویسی صاحب
التوضیح الکامل حاشیہ شرح مائۃ عامل:	مفتی اکمل عطاعطاری
حواشی کافیہ ابن حاجب	:مولانا اوّل خان
حل المطالب علی الکافیہ لابن الحاجب:	حافظ محمد برکت اللہ فرنگی محلی
احمدیہ حاشیہ ملاجامی	:مولانا احمد الدین بگوی
حاشیہ شرح جامی	:مولانا مقصود احمد بیلوی
حاشیہ شرح جامی	:مولانا سید محمد عبداللہ شاہ
حاشیہ شرح جامی	:مولانا غلام رسول شہید امرتسری
حواشی شرح جامی	:مولانا اوّل خان
فیض الروامی حاشیہ ملاجامی:	علامہ فیض احمد اویسی صاحب

شروحات وتراجم:

البشیر الکامل شرح مائۃ عامل:	صدر العلما مولانا غلام جیلانی میرٹھی
شرح ہدایۃ النحو	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ
خزائن النحو شرح ہدایۃ النحو	علامہ مفتی اکمل عطاری
شرح ہدایۃ النحو	قاضی عبدالسبحان ہزاروی
شرح ہدایۃ النحو	مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی
جامع الغموض ترجمہ شرح کافیہ	مفتی محمد حنیف رضاخان
وافیہ شرح کافیہ	مولانا ظفر الدین بہاری
وافیہ شرح کافیہ	مولانا حافظ فضل الدین نقشبندی
النافعہ شرح کافیہ	علامہ اکمل عطاعطاری
الصافیہ شرح کافیہ	پیر عبداللہ جان
البشیر الناجیہ شرح کافیہ	صدر العلما غلام جیلانی میرٹھی
نعم الجامی شرح ملاجامی	علامہ فیض احمد اویسی صاحب
نوادر النعیمی	علامہ شبیر احمد نعیمی پورنوی

منطق وبلاغت میں علمائے اہل سنت کی خدمات:

ابتدائی کتب:

جواہر المنطق، تسہیل المنطق، بدایۃ المنطق، تعلیم المنطق، تلخیص المنطق، مرقاۃ المفتاح، منہاج المنطق۔

حواشی:

المرضاۃ حاشیہ مرقاۃ	:علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب
المرضاۃ حاشیہ مرقاۃ	:مفتی محمد اقتدار علوی
حاشیہ مطول	:علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب
حاشیہ حمد اللہ شرح سلم	:علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب
ایساغوجی حاشیہ اُردو	:مولانا فیض احمد اویسی
التعلیقات علی القطبی	:مفتی محمد افضل حسین مونگیری
التعلقات علی شرح سلم	:مولانا احمد حسن کانپوری
حاشیہ سلم العلوم	:مولانا غلام رسول رضوی

معین اللبیب فی حل شرح تہذیب/مفتی محمد افضل حسین مونگیری

الکافی لحل ایساغوجی	:مولانا فضل حق رامپوری
حاشیہ مختصر المعانی	:مولانا برکت اللہ فرنگی محلی
حاشیہ مختصر المعانی	:قاضی عبدالسبحان ہزاروی
حاشیہ مختصر المعانی	:مولانا مقصود احمد بیلوی
حاشیہ مطول	:مولانا عبدالحلیم الانصاری
حاشیہ مطول	:قاضی عبدالسبحان ہزاروی
حاشیہ مطول	:علامہ مقصود احمد بیلوی

شرح:

تشریح المنیب لحل شرح تہذیب: مولانا شبیر احمد پورنوی

بحر العلوم شرح سلم العلوم	:بحر العلوم مولانا عبدالعلی
اصعاد العلوم شرح سلم العلوم:	مولانا برکت علی محلی فرنگی
شموس البراعہ شرح دروس البلاغہ	:علامہ فضل حق رامپوری
شرح دروس البلاغہ	:مولانا زاہد قادری (زیر تکمیل)
معیار العلوم شرح ایساغوجی	:مولانا سید محمد حسین ملتانی
شرح مرقاۃ	:مولانا عبدالحق خیر آبادی
ضوء المصباح حاشیہ تلخیص المفتاح	:علامہ عبدالرزاق بھترالوی
الابرات شرح مرقاۃ	:علامہ محمد اکمل عطا عطاری
تسہیل المبانی شرح مختصر المعانی	:مولانا محمد مہر الدین جماعتی
بشیر البلاغت شرح مختصر المعانی	:مولانا علی احمد سندیلوی

☆☆☆☆☆☆

(ذیل مقالہ کے لیے جن کتب سے استفادہ کیا گیا اُن کے نام درج ذیل ہیں)

(1) فتاویٰ رضویہ: امام اہل سنت حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن۔
(2) شرح عقود رسم المفتی: علامہ امین بن عابدین شامی
(3) ماہنامہ تحفظ: امام غزالی علیہ الرحمہ: ایڈیٹر مولانا شہزاد ترابی
(4) مرآۃ التصانیف: علامہ عبدالستار سعیدی صاحب
(5) علم کے موتی: علامہ فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆☆

روہنگیا (برما) مسلمانوں پر ہی ظلم......آخر کیوں؟

محمد رضوان طاہر فریدی

کہا جاتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں ایک مسلم بحری جہاز دوران سفر دامری جزیرے کے قریب تباہ ہوگیا ان میں سے بعض مسلمان جان بچانے میں کامیاب ہوئے جبکہ بقیہ اس حادثہ کے دوران دار فانی سے دار آخرت جا بسے جو مسلمان بچے انہوں نے جزیرے میں پناہ لینے کے لیے آبادیوں کا رخ کیا۔ ان اجنبیوں کی آمد کی خبر جب بادشاہ ''اراکن'' کو لگی تو اس نے ان کے تعاقب میں اپنے فوجی روانہ کردیئے کچھ ہی دیر بعد فوجیوں نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔ اس پریشان صورت حال میں مسلمانوں نے رحم رحم کی صدا لگانی شروع کی یہ عربی لفظ بگڑتے بگڑتے روہنگیا ہوگیا اور یہی نام ان کی وجہ شناخت بن گیا۔

مسلمانوں کی آمد کے بعد یہاں کے لوگ اسلامی تعلیمات سے کافی متاثر ہوئے اور ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا ۱۴۳۷ء میں یہاں کا بادشاہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا جن کا اسلامی نام سلطان سلیمان شاہ تھا اور برما کا موجودہ صوبہ اراکان ایک مکمل آزاد اسلامی ریاست کے طور پر سامنے آیا اور یہاں تین سو سال سے زائد عرصہ تک اسلامی حکومت قائم رہی۔ ۱۷۸۴ء میں برما کے راجہ نے اراکان پر حملہ کرکے زبردستی اسے برما میں شامل کرلیا۔

برما موجودہ نام میانمار جنوبی مشرقی ایشیا میں واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ اڑھائی لاکھ مربع میل ہے۔ دارالحکومت رنگون ہے اور کل صوبے چودہ ہیں ایک اندازے کے مطابق آبادی 7 کروڑ سے زائد ہے یہاں سے ہیرا کافی مقدار میں نکلتا ہے جس کی وجہ سے حکومت غیر ملکی میڈیا کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتی۔

برما بھی برطانیہ کے زیر تصرف رہ چکا ہے برطانیہ سے آزادی کی تحریک میں برمی نوبل امن انعام یافتہ خاتون سیاستدان آنگ سان سوچی کے والد پیش پیش تھے جو کہ برما کی آزادی کے چند ماہ قبل انتقال کرگئے تھے مسلمانوں کی انہیں مکمل حمایت حاصل تھی اور ان انتخابات میں چودہ مسلمان بھی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ آزادی پاکستان کے وقت صوبہ اراکان کے مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ انہیں مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا حصہ بنالیا جائے اس حوالے سے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خط لکھا گیا مگر انگریز حکمران اور برمی بدھ آڑے آئے اور روہنگیا مسلمانوں کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔ روہنگیا مسلمانوں پر ظلم وستم کی تاریخ بڑی الم ناک ہے گزشتہ کئی دہائیوں سے ان پر جو ظلم وستم ہورہا ہے اسے بیان کرنے کے لیے کسی کے بھی پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ ستائی جانے والی اقلیت میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان نے برما پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے ہی ان سے مزاحمت کرکے جاپانی فوجوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا تھا جس کی بنا پر جاپانی فوجیوں نے اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے روہنگیا مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کیا عورتوں سے جنسی زیادتیاں کیں۔ انہیں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ مسلمانوں نے اپنی جان بچانے کے لیے تقریباً ۲۲۰۰۰ مسلمانوں نے اس وقت کے ہندوستان کے علاقہ بنگال میں پناہ لی۔ ۱۹۴۲ء میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید کردیئے گئے۔ آزادی برما کے بعد چند سال تک تو حالات درست رہے مگر ۱۹۶۲ء میں بدھوں نے مسلم نسل کشی مہم کا باقاعدہ آغاز کیا اور اس دوران صرف چالیس دنوں میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان شہید کیے۔ ۱۹۷۸ء سے جب سے فوجی بغاوت کے نتیجے میں اقتدار پر جنتا حکومت قابض ہے تب سے روہنگیا مسلمانوں پر ہر طرح کا ظلم کیا جارہا ہے۔ اُسی سال حکومت کی نگرانی میں ڈریگن کنگ مہم کا آغاز ہوا اور ساتھ ہی مسلمانوں پر بڑے وسیع پیمانے پر ظلم ڈھایا گیا اس ظلم وستم سے تنگ آکر تقریباً 250000 مسلمان ہمسایہ ملک بنگلہ دیش پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں ان سے شہریت کا حق چھین لیا گیا اور اسلامی نام رکھنے پر پابندی لگادی گئی۔ قانونی طور پر نہ تو یہ جائیداد خرید سکتے ہیں اور نہ ہی دو سے زائد بچے پیدا

کر سکتے۔ شادی اور سفر کرنے کے لیے بھی انہیں حکومت سے اجازت لینا پڑتی ہے اور اس کے لیے بھی انہیں بڑی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے برما حکومت ان پالیسیوں پر بڑی سختی سے عمل کرتی ہے۔ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۲ء کے درمیان ظلم وستم سے تنگ آ کر جان بچانے کے لیے تقریباً ڈھائی لاکھ بنگلہ دیش اور ایک لاکھ کے قریب تھائی لینڈ پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔

2012ء میں دو بدھ لڑکیوں نے اسلام قبول کیا، تو بدھ پیروؤں کو یہ ایک نظر نہ بھایا انہوں نے ان نومسلم لڑکیوں کو شہید کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا کہ انہوں نے بدھ لڑکیوں ں کو مارا ہے اور 3 جون 2012ء کو وسیع پیمانے پر قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا گیا۔ بدھ جن کا عقیدہ ہے کہ انسان کو ایسی احتیاط سے چلنا چاہے کہ اس کے پاؤں تلے کوئی کیڑا بھی نہ آ جائے مگر اس دوران ان کے ہاتھوں ایک ماہ کے مختصر عرصہ میں 22 تا 20 ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ترکی اور ایران کے دباؤ پر یہ طوفان تھما اور 2015ء میں پھر اُمنڈ آیا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے برمی فوج نے حالیہ وارداتوں میں ہیلی کاپٹر سے ان روہنگیا مسلمانوں پر فائرنگ کر کے ایک بڑی تعداد کو بھی شہید کیا ہے جو اپنی جانیں بچا کر سمندر کے راستے بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔

روہنگیا مسلمانوں پر بڑا شدید ظلم وستم ہو رہا ہے انہیں ہر طرح کی سرکاری ملازمت سے محروم رکھا گیا ہے روزگار کے وسائل ان کے لیے اتنے محدود کر دیئے گئے ہیں کہ دو وقت کی روٹی کھانا ان کے لیے مشکل ہے تن ڈھانپنے کو کپڑے نہیں، علاج ومعالجہ اور تعلیم کی سہولیات انہیں دور دور دکھائی نہیں دیتیں، برمی فوج بڑے بڑے سخت منصوبوں میں ان سے بغیر اجرت کے کام کرواتی ہے دیگر ممالک سے فلاحی تنظیموں کی طرف سے پہنچنے والی امداد بھی برمی حکومت نے روک دی ہے وہاں شائد ہی کوئی مسلم عورت ہو جس کی عزت بدھ پیروکاروں سے محفوظ رہی ہو انہیں زندہ جلا دیا جاتا ہے۔ تلواروں وخنجروں سے جسم ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور شہید ہونے والے مسلمانوں کے بدن سے کپڑے اتار کر بے حرمتی کرنے کے ساتھ انہیں جلا دینا تو عام معمولات میں شامل ہے۔

روہنگیا مسلمانوں کو شہریت کے حقوق سے محروم رکھنے کے لیے برمی حکومت ان پر یہ جھوٹا

الزام لگاتی ہے کہ یہ لوگ بنگلہ دیشی شہری ہیں اور انہیں ان کے ملک واپس لوٹا دیا جائے گا۔ برما حکومت کا کہنا ہے کہ ملک میں بسنے والی کسی بھی اقلیت کے لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اس کے آباؤ اجداد اراکان میں ۱۸۲۳ء میں برطانوی حملے سے قبل یہاں آباد تھے برما کے لاکھوں مسلمان یہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ کئی نسلوں سے یہاں آباد ہیں لیکن یہ اقلیت اس کا دستاویزی ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہے۔

حکومت برما نے روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کا یہ طریقہ اپنا رکھا ہے کہ ایک طرف تو وہ دو سے زائد بچے نہیں پیدا کر سکتے اور دوسری طرف ان کے قتل عام کے ساتھ ساتھ بھوک پیاس اور دیگر جسمانی اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار جا رہا ہے۔ اس ملک میں اکثریت بدھ مت کے ماننے والوں کی ہے جبکہ مسلمان صرف ۴ فیصد ہیں اس کے باوجود بدھ مت کے پیروکار ہر طرح کا ظلم وستم کرنے کے لیے ان پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی شرح پیدائش ملک میں ان کے قیمتی وسائل اور طرز زندگی کے لیے خطرہ ہو سکتے ہیں۔

برما میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر نسلی واقلیتی قومیں بھی آباد ہیں مگر برمی حکومت کی طرف سے مذکورہ بالا الزامات کی بنیاد پر روہنگیا مسلمانوں پر ہی ظلم آخر کیوں؟

مظلوم روہنگیا مسلمان شدید ظلم وستم کی وجہ سے کئی سالوں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کا زیادہ رُخ تھائی لینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش کی طرف ہے، جن میں اوّل الذکر غیر مسلم جبکہ آخری تین مسلم ممالک ہیں مگر روہنگیا مسلمانوں کے حوالہ سے ان کا طرزِ عمل بھی برما کے بدھ مت پیروکاروں سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ برما سے سوار ہو کر بحری جہازوں کے ذریعے تھائی لینڈ کا رُخ کرنے والے ان مسلم مہاجرین کے ساتھ تھائی لینڈ پچھلے کئی سالوں سے یہ سلوک کر رہا ہے کہ یا تو وہ اپنے ملک میں داخل ہی نہیں ہونے دیتا یا پھر تھائی فوج کے ہاتھوں زدوکوب اور ظلم وزیادتی کر کے کشتی میں سوار کر کے سمندر کے حوالے کر دیتا ہے، مگر اب جبکہ یہ معاملہ بہت بڑھ چکا ہے اور ہزاروں مسلمان کشتیوں میں سوار زندگی وموت کی کشمکش میں سمندر کی لہروں پر زندگی گزار رہے ہیں تو اپنے آپ کو مہذب کہلانے والی اس قوم (یعنی تھائی لینڈ کی بحریہ) نے صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم ان مہاجروں کی کشتیوں کو پانی مہیا کر رہے ہیں

اورہم اس بات کے لیے بھی تیار ہیں کہ ان کو اپنے ساحلی علاقوں پر مہاجر کیمپوں میں عارضی طور پر بسا سکیں۔ ہم انہیں اپنے ملک میں مستقل سکونت اختیار نہیں کرنے دے سکتے اس کے علاوہ یہ حل ہے کہ ہم انہیں جہازوں میں بھر کر کسی دوسرے ملک بھیج دیں۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو خود کو مہذب اور امن کا علمبردار کہلاتے نہیں تھکتے مگر مظلوم مسلم قوم کے ساتھ یہ بدسلوکی دنیا تو ان کا اصل چہرہ دکھا رہا ہے خیر ان سے کیا شکوہ جن کی نسل نسل میں مسلم دشمنی بھری ہوئی ہے شکوہ تو اپنوں سے ہے جنہوں نے اس مظلوم قوم سے منہ موڑ لیا اور آنکھیں چرا رہے ہیں۔

ملائیشیا کو ہی لیجیے جس کی حکومت نے اپنی نیوی کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کو ساحل سے واپس دھکیل دیا کرے اور گزشتہ چند دنوں سے قبل تک یہی کہتے آرہے تھے کہ ہم ان مہاجروں کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی سنبھال سکتے ہیں دوسری طرف انڈونیشیا نے بھی واضح طور پر انہیں اپنے ہاں بسانے سے انکار کیا اور مئی 2015ء میں آجانے والے کچھ پناہ گزینوں کے بارے میں عندیہ دیا کہ انہیں نکال دیا جائے گا اور مزید کشتیوں کو اپنے ساحلوں سے دور رکھنے کا حکم جاری کر رکھا تھا مگر بدلتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے اور عالمی تنقید سے بچنے کے لیے ان ممالک نے اپنا رویہ کچھ تبدیل کیا ہے، ملائیشین وزیر خارجہ انیفا امان نے اپنے تھائی اور انڈونیشین ہم منصب سے ایک ملاقات کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''ان لوگوں کی مدد کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں جس قسم کے حالات کا سامنا ہے اس میں ہم انہیں اپنے ساحلی علاقوں میں رکھنے کو تیار ہیں''۔

مگر مسٹر امان نے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ''ہم سرگرمی کے ساتھ تارکین وطن کی تلاش نہیں کریں گے لیکن اگر وہ ان کے ساحل پر اترتے ہیں تو انہیں اس شرط پر عارضی پناہ دینے کو تیار ہیں کہ بین الاقوامی برادری ایک سال کے اندر ان کی آبادکاری یا واپسی میں تعاون کرے گی''۔

بنگلہ دیش پڑوسی ملک ہونے کی بنا پر سالوں سے روہنگیا مہاجرین کے لیے پناہ گاہ بنا ہوا ہے لیکن یہاں بھی حالت انہیں سے کچھ ملتی جلتی ہے اوّل تو یہاں پناہ لینے والے روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ دوم اقوام متحدہ کے ادارے

UNHCR کی رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں پناہ لینے والے روہنگیا مسلمانوں کی باز آبادکاری کی کوششیں بار آور ثابت نہ ہو سکی ہیں یعنی آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق ان کی حالت ہو چکی ہے۔

روہنگیا مسلمانوں پر برما میں جو ظلم و ستم ہوا اور ابھی تک اپنوں کی بے وفائی کا جو انہیں سامنا ہے اسے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود مسلم ممالک کے ارباب اقتدار ابھی تک نہ جانے کس نشے میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اس مظلوم قوم کی فریاد رسی کے لیے ابھی تک ان کی آنکھیں نہیں کھلیں اگر چہ ترکی آگے بڑھا ہے اور اس نے روہنگیا مسلمانوں کے لیے اقوام متحدہ تنظیم برائے مہاجرین کے ذریعے 10 لاکھ ڈالر امدادی رقم وقف کردی ہے اور ترکی کے صدر طیب اردگان نے ملائیشین صدر نجیب رزاق سے گفتگو میں کہا کہ ''ترکی روہنگیا مہاجرین کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار ہے''۔

اور ترک نیوی جہاز اور ہیلی کاپٹرز سمندر میں بھٹکے روہنگیا مسلمانوں کے لیے ریسکیو آپریشنز کر رہے ہیں۔ ادھر پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف نے 50 لاکھ ڈالر امداد کا اعلان کیا جو کہ اقوام متحدہ کے ذریعے روہنگیا مسلمانوں تک پہنچائی جائے گی جبکہ ملک ریاض (بحریہ ٹاؤن والے) نے 10 کروڑ امداد کا اعلان کیا ہے یہ تمام اقدامات خوش آئندہ ضرور مگر اطمینان بخش نہیں، اور نہ ہی یہ کوئی فیصلہ کن قدم ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ کچھ بھی نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے مگر روہنگیا مسلمانوں کے زخموں پر مرہم پٹی اسی وقت رکھی جا سکتی ہے جب بدھ پیروں کی طرف سے ان پر ہونے والے مظالم کو روکا جا سکے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک صوبہ اراکان کو الگ آزاد مسلم ریاست کے طور پر قائم نہ کیا جا سکے۔ یاد رہے یہاں کسی کو آگ بھگولا ہونے کی ضرورت نہیں اگر ماضی قریب میں مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کو مسلم ریاستوں سے الگ کیا جا سکتا ہے تو یہاں بھی روہنگیا مسلمانوں کو بدھ بھکشوؤں کے ظلم سے بچانے کے لیے ایسا ممکن ہے۔

اس کے لیے تمام مسلم ممالک کے حکمرانوں کو مل کر کوشش کرنا ہوگی لیکن کیا کیا جائے یہاں تو صورت حال ہی مختلف ہے یہ معاملہ تو بہت آگے کا ہے ابھی تک تو مسلم حکمران سمیت

عوام کی اکثریت نے بھی روہنگیا مسلمانوں کے حق میں صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔ ہم احتجاج بھی ان کے حق میں کرتے ہیں جن کے ساتھ ہمارے مفاد جڑے ہوتے ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ماضی قریب میں جب جولائی ۲۰۱۴ء کو اسرائیل نے غزہ کے نہتے بے گناہ مسلمانوں کے سینوں میں گولیاں، بم اور میزائل اتارے تو دنیا بھر کے مسلمانوں (سوائے سعودی عرب اور چند ایک ممالک اسلامیہ کے) نے احتجاج کیا اور اسرائیل کے ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھائی۔ پاکستان نے بھی فلسطین کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا۔ یہاں لمبی لمبی ریلیاں نکالی گئیں۔ اخبارات و رسائل میں لکھا گیا میڈیا پر خصوصی پروگرام نشر ہوئے اور درد مسلم رکھنے والوں کے علاوہ جو طبقہ بڑا متحرک اور پر جوش نظر آتا رہا اور اہل عرب کے ساتھ اپنی وفا کا ثبوت فراہم کرتا رہا وہ تھا جن کی تحریکیں اور ادارے عرب چندے سے چلتے ہیں اس لیے ان سے جو ہوسکا انہوں نے کیا۔ دوسری طرف روہنگیا مسلمانوں پر پچھلی کئی دہائیوں سے ظلم کی وہ انتہا ہو چکی ہے کہ جسے سن کر روح تڑپ اٹھتی ہے تو اس صورت حال میں اس مخصوص طبقہ کا جو ردعمل سامنے آیا ہے اس سے ان کی دینی پوزیشن بڑی واضح ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ میں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں و ناانصافیوں کو پس پشت ڈالنے کی بات نہیں کر رہا مدعا صرف اتنا ہے کہ اگر وہاں اپنے مسلمان بھائی ہیں تو یہاں بھی مسلمان بھائی ہیں ہمارا تعلق ہر مسلمان کے ساتھ یکساں ہونا چاہئے۔

اب ذرا مغرب مع امریکہ پر بھی نظر ڈال لیں جو دنیا بھر میں امن کا علمبردار بنا ہوا ہے کہ کس طرح آنکھیں بند کیے روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو فراموش کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی مون نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے صرف اتنا کہا ہے کہ برما حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے روہنگیا مسلمانوں پر ظلم و نسل کشی کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے کو کہا ہے اور مزید یہ بھی کہا کہ برما جب تک روہنگیا مسلمانوں کے خلاف نسلی تعصب ختم کر کے ان کو اپنا شہری تسلیم نہیں کرتا اس وقت تک تارکین وطن کا مسئلہ حل کرنا ممکن نہیں اور برما اپنے ملک میں روہنگیا مسلمانوں کی حیثیت واضح کرے۔

برما حکومت نے نہ صرف ان تحقیقات سے انکار کیا بلکہ اقوام متحدہ کے اس بیان کی

مذمت کرتے اسے اپنے ملکی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔ اس پر اقوام متحدہ اور امریکہ کا کسی طرح کا ردعمل سامنے نہیں آیا کیونکہ مسلمانوں کے حوالے سے وہ ایک ست سا بیان دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے میں اپنا کردار ادا کر دیا ہے جبکہ اس طرح کی صورتحال اگر کسی اسلامی ملک میں ہوتی تو ان کے تمام ادارے حرکت میں آتے اور اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے۔

اے انصاف کے طلب گارو! ہم نے ان پر الزام نہیں لگایا بلکہ حقیقت کا اظہار کیا ہے ذرا ماضی قریب کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں جب سرزمین لیبیا پر معمر القذافی برسر اقتدار تھے اور انہوں نے شہر طرابلس کے گرین اسکوائر نامی میدان میں حکومت کے خلاف ہونے والے احتجاج کو دہشت گردی کہہ کر اسلحہ کے زور پر کچل دیا تھا تو تمام مغربی ممالک کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ معمر القذافی کی حکومت اپنی عوام پر کھلے عام ظلم و تشدد کرتی ہے اور لیبی عوام کو معمر القذافی کے ظلم سے بچانا لازم ہے ورنہ زمین کا امن تباہ ہو جائے گا اور لوگوں پر ظلم و زیادتی دن بدن بڑھتی جائے گی پھر کیا تھا نیٹو ممالک کی تحریک پر یو این او میں لیبیائی عوام کی حمایت میں قرارداد پیش کر دی گئی۔ اس قرارداد کے مطابق ممبر ممالک کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ لیبیائی عوام کو حکومت کی سرپرستی میں ہونے والے مظالم سے نجات دلانے کے لیے قدر ضرورت طاقت کا استعمال کر سکتے ہیں۔ اس میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارے نے پہل کی اور لیبیا کی رکنیت معطل کر کے لیبی عوام پر تشدد کی عالمی تحقیقات کرنے کو کہا جبکہ امریکہ پہلے ہی اپنے نام نہاد عالمی اصولوں اور خود ساختہ شائستگی کی مروجہ اقدار کی پاسداری میں لیبیا پر پابندی عائد کر چکا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا، نیٹو افواج لیبیا پر چڑھ دوڑیں اور چند ماہ کی مسلح جدوجہد سے معمر القذافی کی ہلاکت تک پورے ملک کی وہ حالت کر دی کہ ہر انصاف پسند نے اس مذموم حرکت پر خوب تنقید کی۔ سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں، کئی افراد معذور ہو گئے بعض کو ناقابل تلافی زخم آئے۔ دفاعی نظام ختم کرنے کے ساتھ ساتھ تیل نکالنے کے نظام کو بھی مفلوج کر دیا گیا۔ سڑکیں تباہ کر دی گئیں ہزاروں ذاتی مکانات منہدم ہوئے اور شائد ہی کوئی سرکاری عمارت بچی ہو۔ ہسپتال، مساجد، یونیورسٹیاں، کالجز وسکول وغیرہ بھی ان حملوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور اس

دوران عوام کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ اس پر مستزاد ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مغرب نے لیبیا پر چڑھائی عوام کی حمایت کے لیے نہیں بلکہ اپنے مفاد کے لیے کی تھی۔ جن میں سرفہرست یہ ہیں:

1۔ کم داموں کے عوض وافر مقدار میں تیل حاصل کرنا کہا جاتا ہے کہ دنیا میں تیل پیدا کرنے والے ممالک کی فہرست میں لیبیا کا نمبر آٹھواں ہے۔

2۔ معمر قذافی کی جگہ ایسے افراد کو حکومت سونپنا جو کٹھ پتلی کی طرح رہیں اور ان کی ڈور مغرب کے ہاتھ میں ہو کیونکہ معمر قذافی نے لیبیا کو امریکی چھاؤنی بننے سے بچائے رکھا تھا۔ اب ان کے بعد لیبی حکومت نے جو کچھ کیا یا ہو رہا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

3۔ ایک ایسے فرد کی آواز کو ہمیشہ کے لیے دبانا تھا جو لیبیا کو ایٹمی قوت بنانے کا خواہش مند۔ اتحاد امت میں کوشاں اور اسرائیل کے خلاف فلسطین ودیگر حریت پسند تنظیموں کی مدد کرتا تھا جس نے ہمیشہ صلیبی وصیہونی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ جو دنیا میں استعمار کے خلاف نفرت اور مزاحمت کی علامت سمجھے جاتے تھے اور عراق میں صدام حکومت کے خاتمے تک جنھوں نے مزاحمت جاری رکھی۔ لیبیا میں معمر القذافی کی ہلاکت کے بعد مغرب اپنے تمام مقاصد میں کامیاب ہو چکا ہے اب تو نیٹو فضائی جنگی جہازوں کا اڈہ بھی موجود ہے جو کسی بھی اسلامی ملک پر حملہ کرنے کے لیے اشارے کے منتظر ہیں اب مغرب مع امریکہ کی نگاہیں سرفہرست شام پر ہیں جن کے ساتھ سعودی عرب سمیت دیگر کئی عرب ممالک بھی ہیں۔

امریکہ سمیت ڈیموکریسی اور آزادی کے علمبردار مغربی ممالک اور بعض عرب ممالک کو اس وقت شامی عوام کی فکر کھائے جا رہی ہے سعودی عرب شامی عوام کے لیے چندہ جمع کرنے میں لگا ہوا ہے ادھر ترکی نے اپنی سرحدوں کو شامی مہاجرین کے لیے کھول دیا ہے ان سب کا بس نہیں چل رہا کہ گھڑی کی چوتھائی میں صدر بشارالاسد کا قصہ تمام کر دیں جن کی حکومت بقول ان کے اپنے عوام کا ناحق خون بہا رہی ہے اور دوسری طرف امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن افغانستان اور عراق کی طرز پر شام کے عوام کو بشارالاسد کی حکومت سے نجات دلا کر ڈیموکریسی کا گراں بہا تحفہ پیش کرنے کے لیے بے چین نظر آ رہی ہیں اور نیٹو کے جنگی طیارے شامی

مسلمانوں کے لیے بشارالاسد کے سینے میں بم اُتارنے کے لیے تیار اور آرڈر کے منتظر ہیں لیکن عقل کے اندھے اور مفاد پرست قوم کو برما کے مظلوم مسلمان نظر نہیں آ رہے امریکہ اور آزادی کے علمبردار مغربی ممالک سمیت سعودی عرب اور دیگر بعض عرب ممالک کا مظلوم قوم کی مدد کے حوالہ سے کیسا واضح تضاد نظر آ رہا ہے کہ جہاں اپنے مفاد چھپے ہیں وہاں سینہ تان کر سامنے اور جہاں ذاتی فوائد کے بغیر مظلوموں کی مدد کرنا پڑے گی وہاں سے آنکھیں چرائی جا رہی ہیں اور چند جملے بول کر اور صرف تشویش کا اظہار کر کے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بشارالاسد کے ظلم سے شامی عوام کو نجات نہ دلائی جائے مدعا صرف اتنا ہے کہ جب آپ مظلوم کی مدد کے لیے گھر سے نکلیں تو اپنے ذاتی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر آئیں اگر شامی عوام مدد کی حقدار ہے تو برما کے مظلوم مسلمان بھی برابر کے حقدار ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بشارالاسد اور ان سے قبل ان کے والد حافظ الاسد نے شامی مسلمانوں کا جو ناحق خون بہایا ہے اسے ہم تاریخ کی بدترین مثال کہہ سکتے ہیں یہ وہی باپ بیٹا ہیں جنھوں نے ملکی دفاع کے لیے موجود توپوں کے منہ جنازوں پر کھول دیئے تھے اور پچھلی کئی دہائیوں سے لے کر اب تک لاکھوں شامیوں کے خون سے سرزمین شام کو سرخ کر دیا ہے شام کے لوگوں کو بشارالاسد کے ظلم سے نجات دلانے کے لیے اب فیصلہ کن اقدامات کی ضرورت ہے مگر امریکہ اور نیٹو ممالک کی مداخلت و پالیسیوں کو اپنائے بغیر کہ ان کی مداخلت سے عوام نہ تو ظلم سے نجات پاتی ہے نہ آزادی کی سانس لیتی ہے اور نہ ہی اپنا سرمایہ بچا سکتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ مسلم ممالک گھر کا مسئلہ گھر میں ہی حل کر لیں یہی سب کے مفاد میں ہے۔

☆☆☆☆☆

نفاست نامے

محترم ومکرم محمد منیر رضا قادری صاحب زید مجدہٗ

مدیر جہاں رضا، لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محبی صوفی محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی صاحب کی معرفت جہان رضا کا شمارہ ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ نظر نواز ہوا جب رضا سے معمور ایک ہی نشست میں نظروں کے ذریعے دل میں بیٹھا لیا۔ دوران مطالعہ جو علمی چاشنی ملی اُس نے حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ کردی۔ ماشاء اللہ علمی ومعیاری اور خوشبوئے محبت سے معمور ترتیب واشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ محبی مقصود حسین صاحب نے بتایا کہ آپ نے فقیر کے بعض مضامین شائع فرمائے ہیں اگر وہ شمارے مل سکیں تو ارسال فرمادیں۔ حضرت پیرزادہ صاحب ہر ماہ یاد فرما کر کرم فرماتے تھے اگر یہ سلسلہ قائم ہو سکے تو کرم فرمائیں، فقیر سالانہ چندہ بھی بھجوا رہا ہے اور رسالہ میں درج ای میل پر کچھ مضامین بھی میل کر رہا ہے دیکھ لیجئے گا اچھا اب اجازت، احباب اور حاضرین کو سلام ہو۔ مجلس رضا کی کارکردگی سے آگاہ فرماتے رہا کریں۔

والسلام علیکم

(ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری)

محترم المقام عزیز از جان محمد منیر رضا قادری صاحب

السلام علیکم: مزاج گرامی، ماہ نامہ جہان رضا کا خصوصی شمارہ بابت 23 جولائی 2015ء نظر نواز ہوا۔ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی یادیں بیک وقت تازہ ہوگئیں علامہ فاروقی صاحب کا اداریہ بعنوان ''ہلال عید برواج فلک ہویدا شد'' مطالعہ کیا تو دل بے حد خوش ہوا۔ مضمون میں اپنے عہد جوانی میں عید کارڈوں پر چھپنے والا شعر

بہت پسند آیا:۔

ہماری عید تو ہے جب کہ دیکھیں تیرے ابرو کو
ہلال عید کورے ماہ جبیں، دیکھا تو کیا دیکھا

اسی شعر کے حوالے سے عید پر ایک شعر یاد آیا ہے

آج بھی صبح بادہ اے زاہد!
تیرے نزدیک عید، عید نہیں

بہر کیف پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی اداریہ نما تحریر حسب حال ہے کئی برس بعد بھی یوں محسوس ہوتا ہے گویا انہوں نے آج ہی اسے قلمبند کیا ہے۔

مولانا محمد انور نظامی نے ''زکوٰۃ اور اس کی حکمت'' پر خوب روشنی ڈالی ہے قرآن پاک اور احادیث کے حوالوں سے انہوں نے فکر انگیز معلومات پر مبنی تحریر قارئین کے لیے پیش کی ہے۔

اسی طرح مفتی محمد نظام الدین رضوی کی کاوش بعنوان ''مسلک اہل سنت......'' عمدہ تحریر ہے جو وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے آج کل اہل وہاب کی نگارشات کا غلغلہ ہے۔ پرنٹ میڈیا کے علاوہ الیکٹرانک میڈیا پر بھی اُن کا غلبہ ہے۔ ایسے حالات میں اشد ضرورت ہے کہ فکر رضا کو عام کیا جائے۔ ہمارے خطیب وآئمہ حضرات اپنی تقاریر میں سارا زور بیان اپنے ہی خیالات پیش کرنے پر صرف کردیتے ہیں جس کی وجہ سے عوام امام احمد رضا خاں کے خیالات وافکار سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن قادری کا مضمون بعنوان ''تحریک پاکستان'' میں محدث اعظم کا کردار پیش کیا ہے لیکن عنوان میں واضح نہیں کیا کہ محدث اعظم کون صاحب ہیں۔ فیصل آباد کے لوگ انہیں ضرور جانتے ہوں گے لیکن سارا پاکستان (18 کروڑ لوگ) نہیں جانتا۔ مولانا سردار احمد قادری کے معتقدین کو شاید میری یہ بات پسند نہ آئے لیکن حقیقت یہی ہے جو راقم کا تاثر ہے۔ بہرحال کاوش دلپذیر ہے۔ مولانا محمد عاقل کا مضمون بھی مسلک اعلیٰ حضرت ہی سے متعلق ہے جو معلومات انگیز ہے۔ جناب متعین کاشمیری نے غوث الاعظم شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ پر اچھی اور عمدہ تحریر سے روشناس کرایا ہے۔

ڈاکٹر رضا الرحمٰن سنبھلی نے امام احمد رضا خان کے جدید سائنسی نظریات کے بارے میں

افکار وخیالات پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جس پر تحقیق کی روشنی میں بھرپور طریقے سے اور مسلسل لکھا جانا چاہیے تاکہ نئی نسل کو پتہ چلے کہ امام صاحب محض مولوی ہی نہیں تھے بلکہ دینی علوم پر دسترس کے ساتھ ساتھ وہ سائنس کے جدید سائنسی علوم سے نہ صرف کما حقہ آگاہ تھے بلکہ باطل نظریات کا رد اور توڑ بھی جانتے تھے۔ اگر وہ دین کی طرف نہ آجاتے تو وہ عہد حاضر کے بہت بڑے سائنس دان ہوتے۔ صفحات 41,40 اور 44,42 پر منظومات کے رائٹر کا نام درج نہیں[1]۔ نہ فہرست میں ہے اور نہ متن کے ساتھ البتہ سردار محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری کی رحلت سے متعلق قطعہ تاریخ بہت عمدہ ہے سید عارف محمود مجبور رضوی کا قلم خوب رواں ہے۔ منظوم کلام کے ذریعے انہوں نے طارق صاحب کو خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ طارق صاحب کو بلند وبالا درجات اور مقامات عطا فرمائے۔

بہر حال ''جہان رضا'' کی نگارشات مجموعی طور پر عمدہ اور دلچسپ ہیں۔ ہر ماہ بہتری کا سفر جاری رہتا ہے۔ ایک طویل نعت پیش خدمت ہے۔ ایک بار میری نعت کی طوالت پر حفیظ تائب صاحب نے اعتراض کیا تو راقم کا جواب تھا کہ ع من از ''ذوقِ حضوری'' طول دادم داستانے را اگر آپ بھی ''ذوق حضوری'' کے خواہاں ہیں تو چھاپ دیجئے ویسے بھی جہاں نثر پر مبنی چھ سات تحریریں ہوتی ہیں اور سارے صفحات اسی میں صرف ہوجاتے ہیں وہاں نعتوں کا حصہ بھی زیادہ نہ سہی، قابل قدر ضرور ہونا چاہیے۔ نعت کا حصہ بڑھانے سے نوجوانوں میں نعت کہنے کا جذبہ اور ترغیب پیدا ہوگی۔ اہل علم وادب کی اکثریت پہلے ہی نعت کو ادب کا حصہ نہیں مانتی۔ طوالت کے لیے معذرت

علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''اسلام کے بنیادی عقائد'' بھی موصول ہوئی، عمدہ کاوش ہے اس کا بھی بہت بہت شکریہ!

مخلص، سعید بدر

---

[1] تمام کلام سید عارف محمود مجبور رضوی ہی کے ہیں۔ قادری

نعت اقدس

اے رسول محتشم، اے برگ وساز اُمتاں
باعثِ تکوین عالم، زینت باغ جناں

اے خلوص ومہر کے پیکر خدا کے رازداں
اے کی جن کے دم سے ہے توحید کی موج رواں

اے کہ جن کی ذات پر ہے ظاہر وباطن عیاں
کھول کر بتلا دیئے دنیا کو اسرار نہاں

اے کہ جن کی رحمت ورافت ہے بحرِ بیکراں
سیر ہوتے ہیں جہاں سے دردمندانِ جہاں

اے کہ جن کے فیض سے قائم جہانِ شش جہات
اے کہ جن کی راہ میں رخشاں ہزاروں کہکشاں

اے کہ جن کے عزم وہمت پر زمانہ دم بخود
پرچم توحید لہرایا زمیں تا آسماں

اے کہ جن کا مرتبہ حق نے کیا ہے سربلند
اے کہ جن کے مقتدی پیغمبران ومرسلاں

اے کہ جن کے سوز سے مرغانِ گلشن نغمہ ریز
آسماں پر آفتاب و ماہ و انجم ضوفشاں

اے کہ جن سے لالہ وگل سوزناک وتابناک
اے کہ جن سے ہر دو عالم میں بہارِ جاوداں

اے کہ جن سے مشرق ومغرب درخشندہ ہوئے
اے کہ جن سے دہر کا ہر ذرہ ذرہ زرفشاں

اے کہ جن سے زندگانی درد و سوز و آرزو
اے کہ جن سے زندگی ہر دم رواں، ہر دم جواں

اے کہ جن سے بندگی ہے سر بلند مُفتخر
دراصل مقصود اور مسجود کی جانب رواں

اے کہ جن سے لطف سے سرسبز باغ کائنات
اور نسیم فیض سے ہیں دونوں عالم گلستاں

اے کہ جن کے دم قدم سے ہے جہانِ رنگ وبو
کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً کا ہے ظہور کُن فِکاں

اے کہ جن پر بھیجتا ہے حق تعالیٰ بھی درود
اے کہ جن کا ذکر جاری ہے زمیں تا آسماں

اے کہ جن کے اک اشارے سے ہوا شق القمر
اور مغرب سے پلٹ آیا تھا مہرِ زرفشاں

اے کہ جن کی خدمت اقدس میں حاضر جبرئیل
اے کہ جن کی بارگہ، سجدہ گہ شاہنشہاں

اے کہ جن کی ذاتِ بابرکات اک مینارِ نور
جس سے کسب فیض کرتے ہیں زمیں وآسماں

محمد سعید احمد بدر قادری المعروف سعید بدر

قرآن کو سمجھو

دُکھ درد مٹانے ہیں تو قرآن کو سمجھو
آلام گھٹانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

امراض سے ملتی ہے شفا اس کے کرم سے
غم دور بھگانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

تسکینِ نظر، راحتِ دل، روح کی نکہت
تحفے جو یہ پانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

کرتا ہے ہر اک موڑ پہ یہ راہ نمائی
مطلوب خزانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

محرومی کے احساس سے، دولت کی ہوس سے
دامن جو چھڑانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

دنیا کی محبت کے ہر اک فتنہ وشر سے
پہلو جو بچانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

اسلام کی عظمت کے، صداقت کے، بقا کے
سکے جو بٹھانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

اخلاق کے، اقدار کے، اوصاف حسن کے
گلشن جو سجانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

تسلیم ورضا، امن واماں، عدل کے لوگو
جو دیپ جلانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

انصاف ومساوات واُخوت کے جو تم کو
درکار زمانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

خود غرضی ولالچ کے، ہوس اور بدی کے
سب روگ مٹانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

نفرت کے، تکبر کے، رعونت کے، ریا کے
ایوان گرانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

اسرار محبت کے، حقیقت کے، عمل کے
دنیا کو بتانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

تعلیم یہ دیتا ہے ہدایت کی، عمل کی
گر بھاگ جگانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

ملتا ہے سکوں دل کو تلاوت سے اسی کی
دل خوب بنانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

ہر چیز کا روشن ہے بیاں اس کے بطن میں
موتی جو لٹانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

یہ دارِ عمل، دارِ جزا سے نہیں فائق
یہ راز جو پانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

یہ زیست بسر کرنے کے دنیا میں قواعد
خود کو جو سکھانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

اللہ کے ڈر، خوف سے از راہِ ندامت
آنسو جو بہانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

ہے سب سے بڑا عظمتِ نسواں کا محافظ
اوہام گنوانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

اللہ کے رستے میں کرو جنگ وجدل تم
کفار بھگانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

منکر ہیں جو قرآن کے دو اُن کو بھی دعوت
شکوے جو بھلانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

سرکار کی توصیف سے معمور ہے سارا
گیت اُن کے جو گانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

یہ صاحبِ قرآن بھی کرتے ہیں تقاضا
اعمال سجانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

ذلت سے جو بچنا ہے تو سنت پہ عمل کر
دھکے نہیں کھانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

رکھو نہ بنا کر اسے تم طاق کی زینت
رتبے جو بڑھانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

گر فکر ونظر، غور وتدبر کے سلیقے
بخشے جو خدا نے ہیں تو قرآن کو سمجھو

اک بندۂ حق، بندۂ مومن کے محاسن
مہجورؔ دکھانے ہیں تو قرآن کو سمجھو

سید عارف محمود مہجور رضوی

معطر ہے عنوانِ آلِ محمد

یہی تو ہے پہچانِ آلِ محمد
کہ جنت ہے ایوانِ آلِ محمد

دو عالم ہیں اُن کی مہک سے مزین
معطر ہے عنوانِ آلِ محمد

ہر اک عہد ہے اُن کے دم سے منور
ہر اک دور، دربانِ آلِ محمد

جسے دیکھو اُن کی عطا سے ہے مملو
وسیع ہے بہت خوانِ آلِ محمد

"رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا"
مروج ہے فرمانِ آلِ محمد

سند میرے آقا سے ناؤ کی پائی
سہانا ہے پہچانِ آلِ محمد

تحفظ کیا دیں کا اپنے لہو سے
یہ انمٹ ہے احسانِ آلِ محمد

فضائل کی اُن کے نہیں حد ہے کوئی
مناقب ہیں شایانِ آلِ محمد

ہے معیارِ ایمان، اُن سے محبت
ہے ایمان، فیضانِ آلِ محمد

درود اُن کی خاطر مرتب ہوا ہے
ہیں قدسی ثناء خوانِ آلِ محمد

نصیب اُن کا جنت کی سرداریاں ہیں
زہے عظمت وشانِ آلِ محمد

مصائب میں اُن کا مجرب وسیلہ
شفاعت ہے سامانِ آلِ محمد

مثالی ہے شیخین کی اُن سے الفت
صحابہ ہیں قربانِ آلِ محمد

ولی جو بھی ہوگا، یقیناً وہ ہوگا
یکے از غلامانِ آلِ محمد

محبت، عقیدت، مؤدت کا مرکز
سراسر ہے بستانِ آلِ محمد
خدایا رہے ہاتھ میں تاقیامت
گہر بار دامانِ آلِ محمد
سعادت علی منقبت کی کہ جس سے
اجاگر ہوئی آنِ آلِ محمد
یہ ہے جانفزا ذکرِ اہل قربت
یہ ہے اک گلستانِ آلِ محمد
خوارج پہ واضح ہو ازلی حقیقت
ناممکن ہے کفرانِ آلِ محمد
پھریرا سدا اُن کا اڑتا رہے گا
نہ ہو پائے حسرانِ آلِ محمد
دعا ہے یہ مہجورؔ میری خدا سے
میسر ہو عرفانِ آلِ محمد

سپاس گزار؛ سید عارف مہجور رضوی/ گجرات

ہدیۂ منقبت بحضور امیر المومنین اصدق الصادقین

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بڑا ہی مرتبہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
خدا بھی ہم نوا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
نبی المحترم کو ناز تھا اُن کی رفاقت پر
مثالی واسطہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
صَدَقْتَ یا رَسُوْلَ اللہ ہو کیوں نہ اُن کے زیب لب
صداقت راستہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
وہ افضل خلق میں سب سے ہیں بعداز انبیاء الحق
شرف کیا مرحبا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
وہ معراج النبی کے ہیں مؤید اور مصدق بھی
لقب خود بولتا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
شب ہجرت وغار ثور میں یوں کھیلنا جاں پر
دکھائے ولولہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا

سُسر ہیں آپ سرکارِ دو عالم اپنے آقا کے
شرف بے انتہا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
ملا شرفِ صحابیت ہے اُن کو چار پشتوں تک
سہانا سلسلہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
محافظ اوّلیں ہیں آپ ہی ختم نبوت کے
کرم پُر از عطا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
ملی دین نبی کو آپ کے دم سے توانائی
تعاون بے بہا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
نہیں ایثار میں کوئی کہیں بھی آپ کا ثانی
سخاوت مشغلہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
نبی سرکار نے بخشی انہیں مسند امامت کی
خلافت حق بجا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
رفاقت تا قیامت پیارے آقا کی ملی اُن کو
لحد گنبد بنا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
حفاظت دین کے ارکان کی اعزاز ہے اُن کا
تحفظ دیں فزا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
کسی بھی موڑ پر آئی نہ لغزش پائے ہمت میں
خمیر ایسا گندھا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
وہ مرتد ہوں منافق یا کہ کافر ہوں، سبھی پر
برابر دبدبہ ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
تدبر اور دانائی، بصیرت میں فراست میں
رواں سکہ ہوا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا
عبادت میں، ریاضت میں شجاعت اور بسالت میں
بجا چرچا بپا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا

رفاقت میں قرابت میں خلافت میں قیادت میں
کہاں ثانی بھلا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا

انگوٹھے چومنے سے یہ ہوا ثابت زمانے کو
عقیدہ دلربا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا

بجا ہیں نام لیوا آپ کے سب اہل دین حق
ہر اک مدح سرا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا

فقط مہجورؔ ہی کب آپ دریوزہ گر ٹھہرا
جہاں سارا گدا ہے حضرتِ صدیقِ اکبر کا

سید عارف محمود مہجور رضوی/ گجرات

بارگاہِ امیر المومنین غیظ المنافقین مرادِ رسول

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سنو مجھ سے کہانی حضرت فاروق اعظم کی
کہانی ہے سہانی حضرت فاروق اعظم کی

رید مصطفےٰ بھی تھے' مراد مصطفےٰ بھی تھے
عجب ہے دل ستانی حضرت فاروق اعظم کی

نبی نے خود خدا سے مانگ کر ان کو کیا حاصل
زہے یہ قدر دانی حضرت فاروق اعظم کی

بڑھی اسلام کی سطوت' ملی دیں کو توانائی
عطا جب تھی جوانی حضرت فاروق اعظم کی

علی الاعلان پھر ہونے لگی رب کی عبادت بھی
ملی جب میزبانی حضرت فاروق اعظم کی

میانِ حق وباطل فرق کرکے وہ بنے فارق
خوشا یہ حق بیانی حضرت فاروق اعظم کی

فروغ اسلام کا پھر ہوگیا یکسر زمانے میں
ہوئی حاصل روانی حضرت فاروق اعظم کی

محبت مصطفےٰ کی ذاتِ اقدس سے بہر لحہ
روایت ہے پرانی حضرت فاروق اعظم کی

رہے گی مشعل رہ تاابد افرادِ اُمت کو
نبی پر جاں فشانی حضرت فاروق اعظم کی

ملی اُن کو سعادت اپنے آقا کا سسر بن کر
ہے عزت لامکانی حضرت فاروق اعظم کی

ہمیشہ کے لیے اُن کو ملی سرکار کی قربت
ہے عظمت جاودانی حضرت فاروق اعظم کی

امیر المومنین حق' رفیق گنبد خضریٰ
حسیں ہے مدح نوانی حضرت فاروق اعظم کی

نبی کے بے ادب کا سر قلم کرکے ہے دکھلایا
یہی ہے حکمرانی حضرت فاروق اعظم کی

بجا ہے ایک ضرب المثل یارو عدل فاروقی
جو ہے دلکش نشانی حضرت فاروق اعظم کی

سند معیارِ حق' اظہارِ حق کی رہتی دنیا تک
بنی ہے ہم زبانی حضرت فاروق اعظم کی

شرح اسلام کے احکام کی' عدل وعدالت کی
بجا ہے ترجمانی حضرت فاروق اعظم کی

جداگانہ ہے ان کا طرز وانداز جہانبانی
مثالی زندگانی حضرت فاروق اعظم کی

موثر طنطنہ ان کا' موقر دبدبہ ان کا
معطر تر زبانی حضرت فاروق اعظم کی

نہ پائی تھی کبھی تھوڑی سی، رزم حق وباطل میں
عدو نے ناتوانی حضرت فاروق اعظم کی
نہیں ہمسر ہے کوئی ان کے اوصاف حمیدہ کا
نہ کوئی ذات ثانی حضرت فاروق اعظم کی
سراپا رشک ہو کیوں کر نہ اے مہجورؔ کہ تجھ کو
ملی رطب اللسانی حضرت فاروق اعظم کی

سید عارف محمود مہجورؔ رضوی/ گجرات

☆☆☆☆

راست فکر

حاصل شرف ہے آلِ نبی کے غلام کا
نوکر ہوں میں تمام صحابہ کرام کا
بندہ ہوں اپنے رب رحیم وکریم کا
طالب ہوں اُس سے مغفرت کے انتظام کا
مانگوں میں اُس کے فضل وکرم کی ہمیشہ بھیک
منگتا ہوں اُس کے جاوداں لطفِ دوام کا
چاکر درِ نبی کا ہوں، اعزاز ہے نصیب
کیسے ادائے شکر کروں اس انعام کا
سرکارِ دو جہاں کی ہوں نسبت سے مالامال
انداز کیا کرے کوئی میرے مقام کا
رکھتا ہوں صدق دل سے میں محبوب چار یار
پیتا ہوں جامِ اُلفت عترت کے نام کا
صدیق وعمرؓ حضرت عثمانؓ یا علی
مداح مشترک ہوں ان سب کے کام کا

مولیٰ علی ہیں حق پہ، بصد معذرت کہوں
دل میں نہیں ہے خوف کسی اتہام کا
ہیں پانچویں خلیفۂ راشد امام حسن
منتج ہے جن پر سلسلہ یہ اختتام کا
مائیں ہیں مومنوں کی ازواج ذی وقار
جن کی مدح ہے کام مرا صبح وشام کا
ناؤ ہیں اہل بیت تو اصحاب ہیں نجوم
بیڑا ہے پار مجھ سے بندۂ خام کا
رُحماءُ بینھم کی تھے تصویر وہ نفوس
رشتہ تھا ان میں باہم اک احترام کا
رکھتا ہوں میں عقیدت، بے پایاں اُن کے ساتھ
حسنین کا ہے ورد وظیفہ غلام کا
پیہم غم حسین میں رہتا ہوں اشکبار
میں مست ہوں امام عالی مقام کا
چاروں ستون دیں کے سمجھتا ہوں میں انہیں
ادنیٰ نیاز مند ہوں ہر اک امام کا
مالک ہوں شافعی ہوں نعمان کہ حنبلی
قائم ہے ان سے رنگ، دیں کے نظام کا
دل کا بصد سرور ہیں حضراتِ اولیاء
حق سے ملا ہے کام جنہیں فیض عام کا
بدنام کررہے ہیں طریقت کو جو لعین
ناقد ہوں ایسے سب کے سب نافر جام کا
دونوں جہاں میں چاہوں میں مصطفائی بھیک
مہجورؔ، میں گدا در خیر الانام کا

سید عارف محمود مہجورؔ رضوی/ گجرات

آج دولہا بنا شاہ احمد رضا

آج دولہا بنا شاہ احمد رضا — شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا
گلشن پر فضا شاہ احمد رضا — بلبلِ خوش نوا شاہ احمد رضا
تو نے جو کچھ کہا شاہ احمد رضا — وہ ہوا پر ہوا شاہ احمد رضا
دودھ کا دودھ پانی کا پانی کیا — کس نے تیرے سوا شاہ احمد رضا
اہلسنّت پہ ہے بارا احساں ترا — نائب مصطفےٰ شاہ احمد رضا
آستانہ ترا چھوڑ جائیں کہاں — تیرے در کے گدا شاہ احمد رضا
مجھ کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا — واہ کیا ہے عطا شاہ احمد رضا
کیا غرض دربدر مارے مارے پھریں — جب ترا در ہے وا شاہ احمد رضا
تیرے مشتاق نادیدہ ہیں سینکڑوں — محو حسنِ لقا شاہ احمد رضا
دوست دشمن کی تھی کچھ نہ ہم کو خبر — تو نے ظاہر کیا شاہ احمد رضا
ایک میں کیا ہزاروں ہیں شیدا ترے — بندگانِ خدا شاہ احمد رضا
پوچھے اللہ والوں سے رتبہ ترا — مرحبا مرحبا شاہ احمد رضا
سچ تو یہ ہے کسوٹی ہے ایمان کی — ہے کھرے سے کھرا شاہ احمد رضا
ہم سے کھوٹوں کو پوچھے نہ پوچھے کوئی — پوچھے آقا مرا شاہ احمد رضا
گھٹگھٹا گھٹگھٹا کر حسدیں مریں — تیرے دشمن سدا شاہ احمد رضا
کوئی منصور اعداء میں ہو کس طرح — شیر شیرِ خدا شاہ احمد رضا
گل ہزاروں کھلے گلشن دہر میں — پھول اعلیٰ کھلا شاہ احمد رضا
کشتی عمر گرداب میں ہے پھنسی — اے مرے ناخدا شاہ احمد رضا
کوئی مونس نہ غمخوار وا حسرتا — پار بیڑا لگا شاہ احمد رضا
کام بگڑے سنبھل جائیں دم میں ابھی — گر کرم ہو ترا شاہ احمد رضا
پوچھتے کیا فرشتو ہو حسنِ عمل — ہے یہاں کیا سوا شاہ احمد رضا
خوف محشر اور ایوب رضوی تجھے
آپ لیں گے بچا شاہ احمد رضا

سید ایوب علی رضوی

پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل

مصنف: مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش رحمۃ اللہ علیہ — مرتب: محمد توفیق جونا گڑھی

تحریک پاکستان کے دور میں مرزا بشیر الدین محمود(1889/1965) اور قادیانی حضرات نے سازشوں کے جال بچھانے اور اس تحریک کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور پاکستان بننے کے بعد بھی سازشوں کا سلسلہ جاری رکھا، قیام پاکستان کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظم جماعت کی طرح جائز اور ناجائز الاٹ منٹوں کے بل پر جلد ہی اپنی حالت درست کر لی، چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کو غالباً انگریزوں کی سفارش پر پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔ ان حالات نے قادیانیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے اور وہ خود کو مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے کتاب "پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل 1950" مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ۴۴ صفحات کی اس کتاب میں آپ نے قادیانی حضرات کی شر انگیز سیاست سے مسلمانانِ پاکستان اور حکومت وقت کو آگاہ کیا، اس کتاب سے اقتباسات پیش ہیں۔ یہ کتاب (انسائیکلوپیڈیا عقیدہ ختم النبوۃ) کی آٹھویں جلد میں شامل ہے۔ توفیق جونا گڑھی۔

پیروانِ مرزا کیلئے لمحۂ فکریہ

۱- پاکستان کی مرزائی اقلیت جو قادیان کے مدعی نبوت "مرزا غلام احمد" کی پیرو ہے اور احمدی کہلاتے ہے۔ پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے، جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لئے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانانِ پاکستان، دولت پاکستان، حکومتِ پاکستان اور خود مرزائی قوم کے لئے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہوریہ پاکستان اور حکومتِ پاکستان کو ان سے بہت زیادہ شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے جو آنے والے فتنوں سے بچنے کے لئے آج آسانی سے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ (ص 491، ج 8، عقیدہ ختم نبوت)

۲۔مرزائیت امت مسلمہ کے لئے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی شئوں پر ایسی ضرب لگائے گی جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لئے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔(ص 491،ایضاً)

۳۔ہم اسلام کی، پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقۂ ضالہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبے سے متاثر ہو کر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشا وکلا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دو قوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں جو پہلے ہی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں، اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر و بصیرت کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آرہے ہیں تو ہم ان فرض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم متصور ہوں گے، جو ذمہ دارانہ صحافت کی جانب سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔(ص 492،ایضاً)

*۴۔مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں جن میں سے کبھی ایک کو، کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تھا۔اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کی بانی کو مسیح موعود، نبی آخر زمان، رُوّر گوپال کرشن اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں۔اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملت خیال کرتے ہیں۔لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔(ص 495،ایضاً)

۵۔ہمارا اعتراض اس بات پر نہیں کہ مرزائی اپنے آپ کو کیوں مسلمانوں سے علیحدہ ملت سمجھ رہے ہیں؟ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت ختم مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (ان پر ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ قربان ہیں) کی بعثت کے بعد نبوت و رسالت کے کسی مدعی کے دعوے پر ایمان رکھنے والے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہو سکتے۔لیکن ہمیں اس پر دکھ ہے کہ یہ لوگ

بوقتِ ضرورت اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ یا مسلمانوں کی ایک جماعت کیوں ظاہر کر نے لگتے ہیں اور اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے بے خبر اور بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب کیوں دیتے ہیں؟(ص 497،ایضاً)

*۶۔یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی معتقدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیروؤں کی جماعت سمجھ رہی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کے لئے نوکریوں اور عہدے حاصل کرنے کے لئے ناجائز الاٹ منٹیں کرانے کے لئے، دنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو "مسلمانوں میں سے" ظاہر کرنے لگتی ہے۔ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی یہ منافقانہ روش مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جذبات و حسیات کی تلخی اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی، بلکہ ترقی دیتی چلی جائیگی۔(ص 498،ایضاً)

*۷۔مخفی نہ رہے کہ دین مرزائیت پچھلے دور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا "خود کاشتہ "پودا ہے۔جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔(ص 499،ایضاً)

*۸۔اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔اور پٹے ہوئے اور سہمے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلا کو برا محسوس کر رہے تھے۔بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو منجانب اللہ آیۂ رحمت سمجھے۔اس کی غیر مشروط وفاداری کا دم بھرے۔"جہاد بالسیف" کے عقیدہ کو مذہباً باطل ٹھرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے۔کیونکہ مسلمانوں کا یہی وہ جذبہ تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی "استعماری سیاست" کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی جذبے سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا۔(ص 500،ایضاً)

*۹۔جس طرح باغبان اپنے خود کاشتہ پودے کی حفاظت و آبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔اسی طرح سرکار انگریزی نے دین مرزائیت کو فروغ دینے کے لئے مرزائی

جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کے لئے ضروری سمجھا۔اور اس دین کے پیروؤں سے مخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبہ و فاداری کی نشرواشاعت کا کام لیتی رہی۔ (ص502 ایضا)

*۱۰۔عوامی تحریکوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مطالبۂ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں پیدا ہونے دے، یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزئیوں کی منافقانہ سیاست کا آغاز ہوا۔ جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہو گیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کو "اکھنڈ" رکھنے کے حامی بنے رہے، بلکہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا "مرزا بشیر الدین محمود" اپنے پیروؤں کو حسب معمول اپنے رؤیاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نقطہ سمجھا تا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان "احمدیت" کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہوئے ہندوستان کو "اکھنڈ" رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ " ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے"۔ اس مقام پر یہ نقطہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ "اکھنڈ "ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رؤیا اور الہام پر مبنی تھا، لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار محض واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے جس کے لئے مرزائیوں کے پاس کوئی رؤیائی یا الہامی سند موجود نہیں۔ (ص503 ایضا)

*۱۱۔چودھری ظفر اللہ خان مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام" ننکانہ "تبادلہ کرنے کی بات چیت کی تھی جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ "چودھری ظفر اللہ خان" کا مدعا یہ تھا کہ " ننکانہ صاحب" کا قصبہ بھارت کو دینے کے لئے پاکستان کی مملکت کا ایک معتدبہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کر دیا جائے تا کہ مرزائی قادیان کی بستی کو حاصل کرلیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوشمند رکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ لیکن "چودھری ظفر اللہ خان" نے ننکانہ میں سکھ سیواداروں کی ایک جماعت کو سکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر

بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لئے نہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کرلیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بود و باش رکھے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خان کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد یہ حقیقت "الم نشرح "ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلف نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدو جہد کرتا رہے گا، (ص507، ایضاً)

*۱۲۔مرزائی تنظیم کا رنگ وروغن صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو "امیر المومنین" کے لقب سے پکارتے ہیں بلکہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظارتیں موجود ہیں۔ نظارت امور داخلہ، نظارت امور خارجہ، نظارت نشرواشاعت، نظارت امور عامہ، نظارت امور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس امارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بدرجہ اول اپنے "امیر المومنین" اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں اس میں سے کوئی ملکی وزیر بنالیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے تو معہود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے "امیر المومنین" کا تابع فرمان ہے جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش روی کی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ (ص510 ایضاً)

*۱۳۔پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کی غفلت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آکر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلہ میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کر لیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہر اور مخفی احکام پر چلنے لگے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے تو علی الاعلان بیرونی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بلکہ ظاہر کرا دیا کہ پاکستان میں "امیر المومنین" بھی ہے جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت امورِ خارجہ کے وظائف ادا کر رہا ہے۔ ظاہر ہے

کہ عربوں کی انجمن نے چودھری ظفر اللہ خان سے لیک سکسس میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیوٹ یا مرزائیانہ حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ ان کی دوخواست پاکستان کے اس وزیر امور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دوائر میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔اس درخواست کے جواب میں چوھدری ظفر اللہ خان کا یہ کہنا کہ مجھے ٹھرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں بلکہ "امیر المومنین" سے استدعا کرو مرزا بشیر الدین محمود کو پاکستان کا "امیر المومنین" ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟۔

فرقان بٹیلین :اور لیجئے ،مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف " امیر المومنین " اور محکمے شعبے اور نظارتیں ہی نہیں رکھتا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھ لی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ پلٹن "فرقان بٹالین" کے نام سے قائم ہو چکی ہے۔ جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائیگا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ "بٹالیئن" بنا دینے میں حرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کی الگ بٹالین کی اجازت کس بنا پر دی؟ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہو سکتے تھے؟ ہو سکتے تھے لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج تیار کرنا مقصود تھا۔اس لئے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے "فرقان بٹالئین "بنانے کی اجازت حاصل کر لی تا کہ "مرزائی جوان "جنگی تربیت حاصل کر لیں۔اور جب مرزا بشیر الدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رؤیا دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آسکے۔(ص 517،ایضاً)

پاکستان کے لئے ایک مستقل خطرہ

*۱۴۔ مرزائیت " کے خدوخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا تجزیہ کر دکھایا ہے وہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔ اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض بر سبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال و اقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر

دیئے ہیں،انہی بین اور روشن شواہد کی بنا پر ہم نے وہ نتائج اخذ کئے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات و عزائم کا پتہ دے رہے ہیں۔اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر و قیادت نیز ارکان و اعضائے حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دجل و تلبیس اور فریب و مکاری کے پردوں کے پیچھے نشو و نما پا رہی ہے۔اور اس کا بر وقت انسداد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کئی قسم کے خطرات سے دو چار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کے بے طرح مبتلائے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیر الدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشگوئی کسی وحی، الہام، رؤیا یا خواب کی بنا پر نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس بصیرت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطا فرماتا ہے ایسا کہہ رہے ہیں۔ لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی " الہامی "،پیشینگوئیاں اور مرزا بشیر الدین محمود کی " رؤیائی " تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں لیکن ہمارا یہ پیش انداز حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ " مرزائیت " مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ان تکالیف و آلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں۔اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ رکھی جائے ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔(ص 521،ایضاً)

*۱۵۔یہ وہ کیفیات ہیں جن کی موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یا ان کا دوست یا ان کا تنخواہ دار ہو، مجال انکار نہیں ہو سکتی اور ان کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے دینی عالم، سیاسی مفکر،، واعظ، خطیب اور مقرر نیز مسلمانوں کے اخبارات کم و بیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں۔لیکن پاکستان کے ارباب حکومت و قیادت کو دینی حیثیت کے ان فتنوں اور سیاسی نوعیت کی ان شراتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت نہیں ملتی جو پاکستان کے خرمنوں کے لئے برقِ خرمن کی طرح پرورش پا رہی ہے۔ان کیفیات و خطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر از سر نو غور کریں اور ان تمام لغویتوں کو جو انہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی معتقدات کی تخریب اور ان کی دنیوی حیثیتوں کو نقصان پہچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی شہ پر اختیار کر رکھی تھیں۔خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا

بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریائے چناب کے پانی میں بہا دیں، جس کے کنارے وہ اپنا نیا مرکز ربوہ کے نام سے تعمیر کر رہے ہیں۔ (ص 522، ایضاً)

حواشی:

(نمبر۱) مولانا مرتضی احمد میکش درانی ابن مرید احمد خان، ابتدائے محرم ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا میکش نے لاہور سے نکلنے والے روزناموں مثلاً زمیندار، احسان، شہباز، مغربی پاکستان اور نوائے پاکستان میں رئیس التحریر کی حیثیت سے کام کیا۔ مولانا میکش مایہ ناز صحافی، بلند پایہ ادیب، ملت اسلامیہ کے بے باک ترجمان اور تحریک آزادی کے سرگرم رکن تھے، جمعیت علماء پاکستان کے مشیر قانونی اور قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابوالحسنات قادری کے رفیق خاص تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو مولانا ابوالحسنات خاص طور پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں مولانا میکش خصوصی اجلاسوں میں شریک ہوئے اور متعدد قرادادیں پیش کیں جو اتفاقِ رائے سے منظور کی گئیں۔ ۲۷ جولائی ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء کو مست شراب الست ہو کر راہی دار آخرت ہوئے۔

ردقادیانیت

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور ردمرزائیت کے سلسلے میں مولانا مرحوم کی مندرجہ ذیل مستقل تصانیف بھی منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ 1936

۲۔ پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل 1950

۳۔ قادیانی سیاست 1951

۴۔ کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟ □1952

۵۔ محاسبہ 1954ء رسوائے زمانہ منیر رپورٹ پر آپ نے نہایت جامع اور بلیغ تبصرہ فرمایا۔

مزید حالات اور ا سے ۴ نمبر تک کتابیں عقیدہ ختم نبوت جلد ۸ میں ملاحظہ فرمائیے۔

(نمبر۲) شاہین عقیدہ ختم نبوت مفتی محمد امین قادری عطاری ابن محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (۷ نومبر ۱۹۷۲/۲۰ دسمبر ۲۰۰۵) نے تحریک ختم نبوت کی قلمی جہاد کی سرگزشت کو جو تقریباً سو اصدی پر محیط علماء و مشائخ اہلسنت کی علمی و عملی جدوجہد پر مشتمل منتشر کام کو یکجا کیا۔ قلمی جہاد کی یہ سرگزشت 1883 سے 1936 تک پندرہ جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا عقیدہ ختم النبوۃ کے نام سے معروف ہے۔ پندرہ (15) جلدوں کے اس مجموعہ میں کل تیس (30) علمائے اہلسنت کی باسٹھ (62) کتب و رسائل، سات ہزار چھ سو چوہتر (7674) صفحات پر مشتمل ہیں۔ مزید جلدیں اشاعت کی منتظر ہیں۔ (جوناگڑھی)

جہاد بالسیف جہاد بالنفس جہاد بالقلم

کفر و الحاد کے خلاف ہر محاذ پر قیامت تک جہاد جاری رہنا چاہیے

مرکزی مجلس رضا لاہور

(مؤسسہ: ۱۹۶۸ء)

جہاد بالقلم

جاری رکھے ہوئے ہے!

آپ بھی مجلس رضا کی رکنیت اختیار فرما کر
اس جہاد میں شمولیت کا شرف حاصل کریں۔

